قطب پورنیہ شیخ کامل عالم دین حضرت مولانا شاہ **شرف الدین** قدس سرہ

کی حیات وحالات کا نورانی بیان بنام تاریخی

تجلیات شرف

۱۴۲۴ھ

تالیف

حسن منظر قدیری

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

قطب پورنیہ شیخ کامل عالم دین حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ
کی حیات وحالات کا نورانی بیان بنام تاریخی

تجلیات شرف

۱۴۲۴ھ

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تالیف
حسن منظر قدیری

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

تالیف .... حسن منظر قدیری

طابع و ناشر .... انتظامیہ کمیٹی خانقاہ شریف کاگی

تعداد اشاعت (بار اول) .... ۱۰۰۰ (ایک ہزار)

قیمت ....

ملنے کا پتہ

خانقاہ شریف تکیہ لطیفیہ، مقام و پوسٹ کاگی، ضلع کشن گنج (بہار)

کمپوزنگ اور طباعت .... ایچ اے پرنٹرس لکیہ پاڑہ، ہوڑہ

Ph. 033 - 26411920 / 033 - 30920156

Mob 094330 14092

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

خانقاہ شریفیہ کی کہانی تصویروں کی زبانی

مزار شریف کا پاکیزہ منظر جس کی زیارت کو خاص و عام آتے ہیں اور روحانی فیض لئے شادکام جاتے ہیں

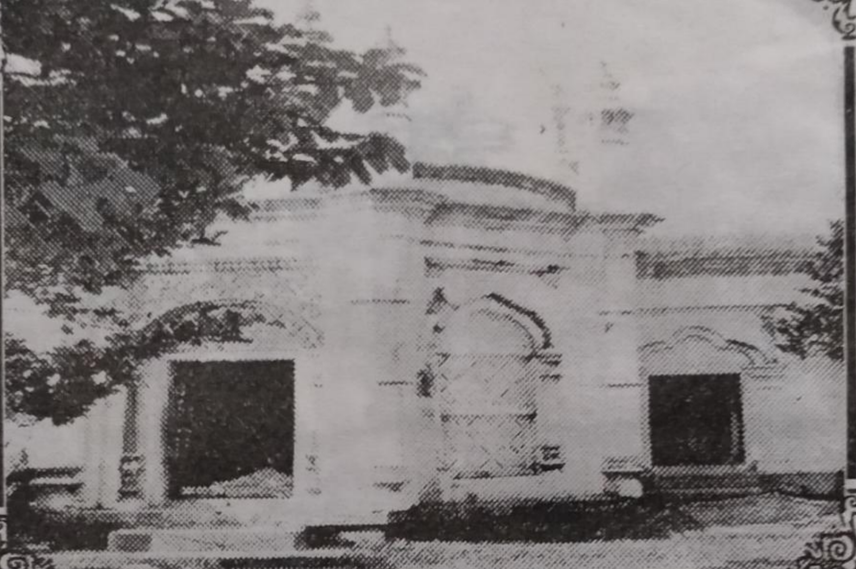

بلندی سے لی گئی مسجد شرف کی دیدہ زیب تصویر اور گنبد و مینار کے ساتھ صحن مسجد کی تعمیری جھلک

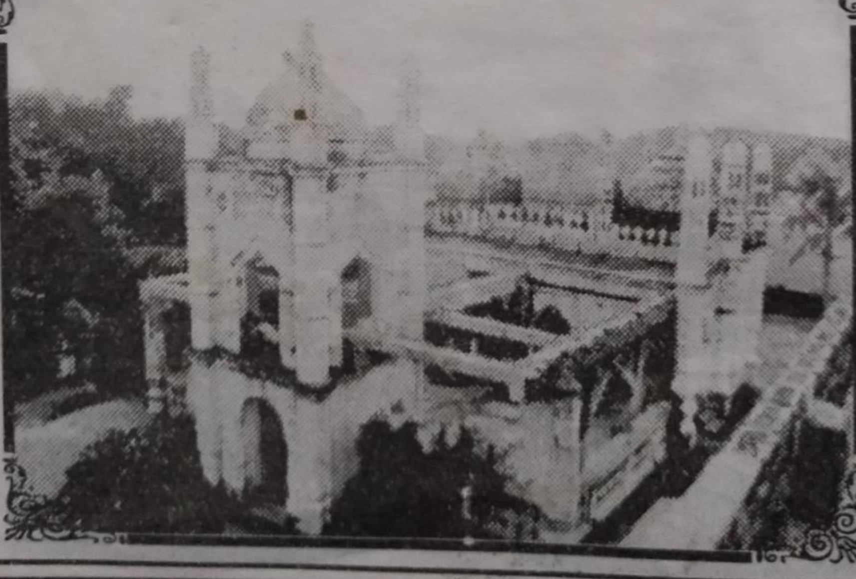

سماع خانہ کی ایک جھلک جہاں عرس کے موقع پر آج بھی محفل سماع منعقد ہوا کرتی ہے

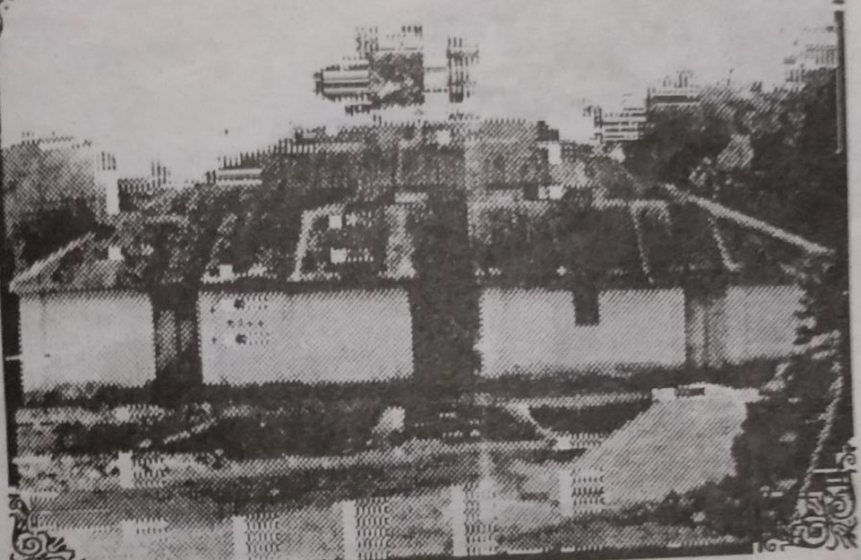

عید گاہ کا ایک دلکش منظر

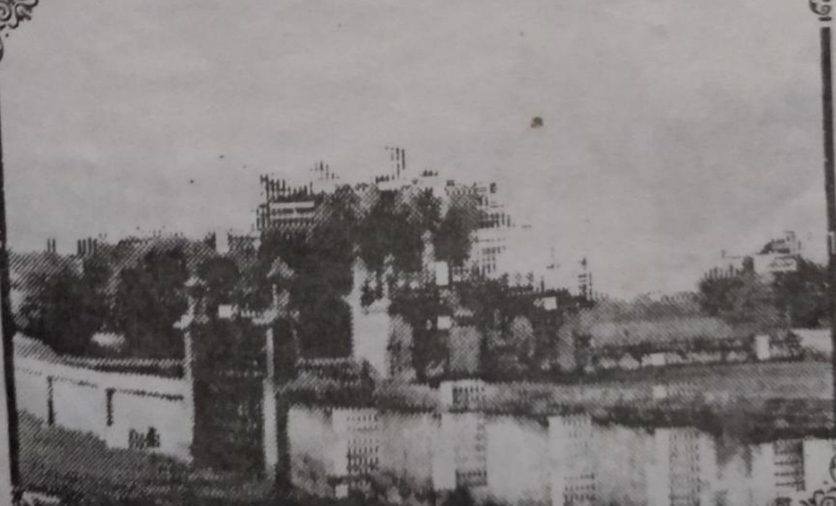

انتظامیہ کمیٹی کے زیر نگرانی تعمیر کردہ مکان کی خوب صورت تصویر

انتظامیہ کمیٹی کے زیر نگرانی تعمیر کا ایک حسین منظر

حرف آغاز

حضرت مولانا شاہ شرف الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کی سوانح حیات کی تالیف کا کام کس قدر عرق ریزی کا متقاضی تھا یہ بات کچھ وہی اہل قلم جانتے ہیں جو اس راہ سے گذرے ہیں۔ اس کے باوجود خانقاہ کی انتظامیہ کمیٹی نے یہ نہایت اہم وادق کام میرے دوش ناتواں پر ڈال دیا مجھے اپنی بے بضاعتی کا احساس تو تھا ہی ساتھ ہی ان کے وصال کا نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ گذرا تھا اور ان گذرے ہوئے لمحات میں ان کے صحیفۂ زندگی کا ورق ورق بکھرا ہوا تھا اسے حاصل کرنا اور نقوش تحریر کو پڑھنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور تھا .... جبکہ ان کے صحبت نشیں اور انہیں دیکھنے والے بھی خال خال رہ گئے ....

اس اہم خدمت کو انجام دینے کیلئے اپنی بے پناہ مصروفیت کے باوجود اپنی تگ ودو کی رفتار تیز کردی۔ مختلف مقامات سے رابطہ قائم کیا اور ماضی کو ناخن جستجو سے کریدنا شروع کردیا۔ یہ میرے تجسس کا آغاز تھا ....

ننگ ٹنگی کے مولانا بشیر مرحوم جنہوں نے بارگاہ شرف میں اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا تھا وہ تو دنیا میں نہیں رہے البتہ ان کے لڑکوں سے رابطہ قائم کرکے کچھ حالات ڈھونڈھ نکالا جو میرے لئے سرمایۂ قلم ہیں

بانسی چندر گاؤں کی پرانی پیڑھی جو حضرت کے بیحد جاں نثار مریدوں کی تھی، تازہ نسلوں سے ملکر کچھ شعاعوں کا سراغ ملا

وائٹن سیملیا کے مشہور ڈومن قوال جن کی عمر اس وقت تقریباً ایک سو بیس سال کی ہو چکی ہے جو حضرت کی حیات ظاہری میں بزم سماع میں گاتے تھے، ان سے خود جاکر ملا حالات دریافت کیے تو انہوں نے اظہار افسوس کرتے ہوئے بتایا کہ غیر منقسم ہندوستان میں رنگ پور، دیناج پور اور ڈھاکہ وغیرہ حضرت کے ہمراہ جانا ہوتا تھا مگر کیا کروں ضعیف العمری کے سبب ہوش وحواس معطل ہو چکے ہیں واقعات ذہن میں محفوظ نہیں رہے البتہ کچھ اردو، فارسی کے اشعار انہوں نے سنائے ....

حضرت کے وطن اصلی موضع بھدیسر بھوٹچا وہاں کے رئیس امام الدین جو اب دنیا میں نہیں رہے انہوں نے بتایا کہ یہ تالاب اور جس خطہ پر ہمارا گھر بسا ہوا ہے حضرت ہی کی آراضی تھی اس عہد میں حضرت کے آباء واجداد رئیس تھے ....

میرے گاؤں کے محمد ابراہیم جو ایک سال قبل رحلت کر گئے ان سے کچھ حالات معلوم ہوئے کنہیا باڑی کے انظام الدین نے کچھ واقعات سے روشناس کرایا ......

تلاش و جستجو کی شمع لیکر جب موضع ہری پور پہونچا جو امور بلاک میں واقع ہے مولانا یوسف علیہ الرحمۃ کا گاؤں ...... موصوف ایک جید عالم اور مناظر تھے اور شاہ شرف کے معاصر ...... ان کے صاحبزادہ مولانا محمد ہاشم صاحب سے ملا اور اپنی آمد کا مقصد بتایا تو انہوں نے کہا کہ اس زمانہ میں بریلوی اور دیوبندی کا ایک مناظرہ موضع سیتل پور میں ہوا تھا جو رحمن پور کے جنوب میں واقع ہے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اسکے مناظر تھے اور حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ حکم کی حیثیت سے اس مناظرہ میں تشریف لے گئے تھے اس مناظرہ کا اشتہار بھی کہیں رکھا ہوا ہے ...... مگر وہ اشتہار مجھے دستیاب نہ ہو سکا میرے اصرار کے باوجود مولانا موصوف نے اسے ڈھونڈنے میں بے توجہی اور تنگ ظرفی کا ثبوت دیا ......

بائسی متھرا پور کے منور علی بہت ہی جانثار مرید تھے ان کے صاحبزادہ مولانا غلام یٰسین صاحب سے میں نے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو انہوں نے افسوس کرتے ہوئے بتایا کہ مرے والد مرحوم حضرت کی زندگی، اخلاق اور دوسرے معاملات سے متعلق بہت سی باتیں اپنی مادری زبان میں لکھی تھیں مگر وہ تحریر کھو گئی ......

آج سے تقریباً ۳۵ رسال پہلے ایک رسالہ "تحفۂ احسان" نظر سے گذرا تھا اس رسالہ میں جہاں اور دوسرے مضامین تھے شاہ شرف کا بھی تذکرہ تھا ......

واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں کھگوا میلہ بڑے پیمانے پر لگتا تھا جس کے باعث ہندوستان بھر میں اس کی شہرت تھی میلہ کے اختتام پر اہل ذوق مشاعرہ منعقد کیا کرتے تھے جس میں شعرائے کرام اور اہل زبان و قلم شریک ہوا کرتے تھے حضرت بھی شریک بزم ہوتے اور اپنا کلام سنایا کرتے مشاعرہ کی روداد شائع ہوتی تھی جس میں شعراء کے نمونہ کلام کے ساتھ مختصر تعارف بھی ہوا کرتا تھا ...... صد افسوس کہ ہزار جستجو کے باوجود اس کا سراغ نہ ملا اگر رسالہ دستیاب ہو جاتا تو حضرت کی زندگی کا کوئی گوشہ ضرور سامنے آتا ......

اس تالیف میں سب سے زیادہ تعاون نبیرۂ شرف حضرت مولانا حمید اصغر مدظلہٗ کا رہا حالانکہ بڑے نواسے مولانا ظہیر ابوالعلا مرحوم سے بھی میں تقاضا کرتا رہا مگر وہ کچھ دینے سے گریز کرتے رہے ...... غرض کہ اس تالیف میں میری حالت کا اندازہ اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے ۔

کبھی شمع دیدۂ نم لے تو کبھی چراغ حرم لے

پیش لفظ

قطب پورنیہ، عالم شریعت، ہادیٔ راہ طریقت، واقف رموز حقیقت، دانائے اسرار معرفت، فانی فی الشیخ حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ اپنے وقت کے ایک جید عالم، کامل بزرگ اور صاحب کرامت ولی تھے سادہ مزاج، پاکیزہ سیرت، نیک خصلت اور شریعت وطریقت کے جامع تھے.........

ان کے وصال کو نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ گذر رہا ہے ظاہر بات ہے کہ برطانوی سامراج کا دور اقتدار تھا اور ہندوستان پر اس کی جابرانہ حکومت تھی اور ملک کا اس وقت بٹوارہ بھی نہیں ہوا تھا.........اور ضلع پورنیہ جسکا کچھ حصہ مدھے پورہ میں جذب ہوگیا اور کچھ رقبہ مغربی بنگال میں ضم ہوگیا غیر منقسم تھا اسلئے بالاتفاق وہ قطب پورنیہ تھے.........مگر یہ عجب سانحہ ہے کہ اتنی طویل مدت گذر جانے کے بعد ان کی فیض رساں زندگی کے حالات ماضی کے کھنڈروں میں دفن ہیں اب انہیں کریدا بھی جائے تو کچھ ہاتھ آنے کا امکان نہیں.........طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ان کے مریدین، متوسلین، اور بارگاہ کے حاضر باش اہل علم بھی تھے اور ارباب قلم بھی مگر کسی نے بھی اس عظیم شخصیت کے قیمتی لمحات کو محفوظ رکھنے کی زحمت گوارہ نہ کی.........

اب صورت حال یہ کہ اس پیکر علم وولایت کو دیکھنے والے بھی خال خال رہ گئے اگر ان کی سوانح حیات پچاس سال پہلے قلم بند ہو جاتی تو آج ان کی زندگی کھلی کتاب کی طرح سامنے ہوتی اور ورق در ورق، صفحہ در صفحہ ان کے فیض وکمال، جود ونوال اور رشد وہدایت کے مناظر دیکھنے کو ملتے.........

مگر افسوس کسی نے بھی اس اہم مسئلہ پر دھیان مرکوز نہ کیا۔ اب کس سے حال شرف پوچھیں.........؟ اور کون ان کے صحیفۂ زندگی کے بارے میں بتائیگا.........؟

ہر طرف اندھیرا ہے اور ہر جانب ناامیدی کے سائے.........اس لئے اس دشوار گذار راستے پر قدم رکھنا کوئی آسان کام نہیں.........

ادھر خانقاہ شریف کی موجودہ انتظامیہ کا مجھ جیسے بے بضاعت پر سخت دباؤ ہے کہ جس طرح بھی ہو ان کی کتاب زندگی ترتیب دی جائے۔ میں بے پناہ مصروفیت کے باوجود اس کار خیر کو ذخیرۂ آخرت سمجھ کر آمادہ ہوسکا۔ وقت نے جہاں تک مساعدت کی میں نے خود جگہ جگہ پہونچ کر ماضی کے دفینے سے حالات کو برآمد کیا۔ اور جہاں جہاں سراغ ملا رابطہ قائم کرکے واقعات کو ڈھونڈھ نکالا.........

ایک طرف تو ان کی زندگی کے حالات دسترس سے باہر تھے دوسری طرف ان کی شاعری کے پورے

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

سرمایہ کی گمشدگی بھی ایک سنگین المیہ سے کم نہیں تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ منشی مراد علی مرحوم جو موضع التاباڑی کے باشندہ اور حضرت کے دامن کرم سے وابستہ تھے ان کے گھر حضرت شرف کے اشعار کا ایک قلمی نسخہ دیکھا تھا۔ جس میں آپ کے دست اقدس سے لکھی ہوئی ڈھیروں نعت، غزل اور سہرے اردو و فارسی زبان میں تھے۔ ان میں دو ایک سہرے صنعت توشیح میں بھی تھے..........

صنعت توشیح اسے کہتے ہیں جس میں ہر مصرع یا شعر کے حرف اول کو ترتیب دینے سے کسی کا نام ظاہر ہو۔ مگر اس وقت شعور اتنا بلند نہ تھا، نہ اس کی اہمیت کا احساس تھا کہ یہ دور طالب علمی تھا۔ وقت بڑی تیزی کے ساتھ گذر گیا..........

راقم الحروف تحصیل علم دین کی خاطر کنبہ، برادری سے ایسا بچھڑا کہ ابھی تک وطن مالوف میں مستقل سکونت نصیب نہیں ہوئی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک زمانہ تحصیل علم میں گذرا، اب علم کا اجالا بانٹنے میں گذر رہا ہے..........

بہر حال قطب پورنیہ کا ایک ایک لمحۂ زندگی شریعت وطریقت کی خوشبو میں رچا بسا تھا اور ان کی گفتار و کردار سے رشد و ہدایت کی کرن پھوٹتی تھی اور یہ لمحات ماضی میں گم ہیں اور رسائی بہت مشکل امر ہے۔ اس لئے ان کی زندگی کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے البتہ جس قدر حالات دستیاب ہوئے انہیں جمع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو میرے لئے سعادت اخروی ہے..........

اسی طرح حضرت کے منظوم کلام بہت ہی مختصر دستیاب ہو سکے جنہیں علاحدہ شائع نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اسی ترتیب میں ان کو شامل کر رہا ہوں.......... اس ترتیب وتالیف میں نبیرۂ شرف حضرت مولانا حمید اصغر صاحب مدظلہ نے میرا بھر پور تعاون کیا۔ جد امجد کے حالات جوان کے خزینۂ ذہن میں محفوظ تھے انہوں نے ہی ترتیب سے لکھ کر میرے حوالہ کر دیا جس کی وجہ سے یہ مرحلہ میرے لئے بہت آسان ہو گیا..........

میں ان کا بیحد شکر گذار ہوں اور ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے انداز میں قلمی تعاون کیا ہے۔ میں انسان ہوں اور خطا و نسیان میری بنیادی کمزوری ہے۔ اگر قلم کی کوئی لغزش نظر آئے تو مجھے معذور رکھیں اور اس کی اطلاع مجھے ضرور کر دیں..........فقط والسلام

طالب دعا

حسن منظر قدیری

۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

آئینۂ خاندان

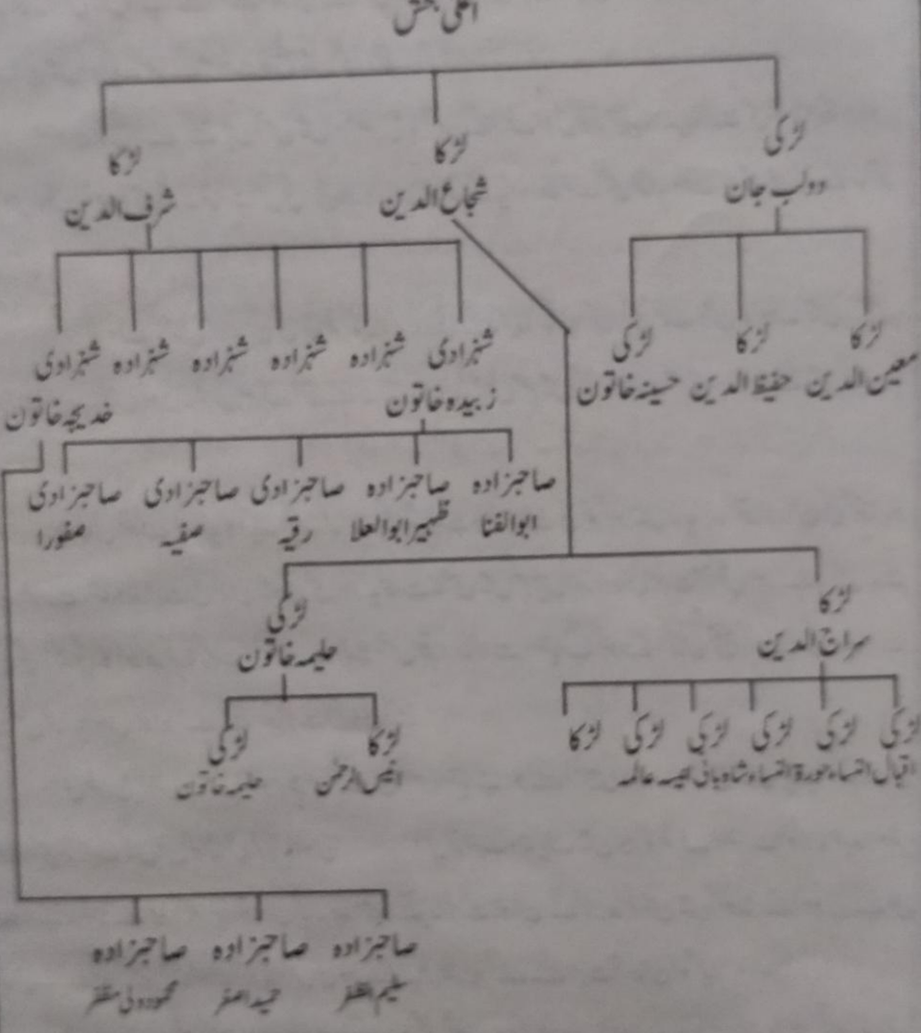

عکس آئینہ

اعلیٰ بخش ایک عالی خاندان، رئیس وزمیندار اور شریف النفس آدمی موضع بھدیسر کے باشندہ تھے۔ ان کی اولاد میں ایک صاحبزادی دولب جان اور دو صاحبزادے شجاع الدین و شرف الدین تھے۔ صاحبزادی کی شادی گانگی اسٹیٹ کے کفیل الدین احمد مختار سے ہوئی۔ جن کے بطن سے دولڑکے معین الدین اور حفیظ الدین اور ایک لڑکی حسینہ خاتون پیدا ہوئی۔ یعنی یہ لوگ سابق ایم ایل اے الحاج نجم الدین صاحب کے آباء واجداد تھے

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ کا جب بھدیسر میں کوئی نہ رہا تو اپنے بہنوئی کفیل الدین احمد مختار کے مشورہ پر بھتیجا سراج الدین اور بھتیجی حلیمہ خاتون کو لیکر گانگی آ گئے۔ بھتیجا کی شادی خاص گانگی میں بحر الدین کی لڑکی حفیظہ خاتون سے ہوئی۔ اور حلیمہ خاتون کی شادی کشن گنج سے جانب شمال چند میل کی دوری پر سنگھیا اسٹیٹ کے عرف ڈومرا میاں سے ہوئی تھی۔ اس کے چشم وچراغ ایک لڑکا انیس الرحمٰن اور ایک لڑکی مہر النساء ابھی بقید حیات ہیں۔

سراج الدین کی اولاد میں پانچ لڑکیاں تھیں اور ایک لڑکا جو بچپن ہی میں وفات کر گیا تھا۔ لڑکیاں اقبال النساء، حورۃ النساء، شاہ بانی، انیسہ خاتون اور عالمہ خاتون جن کی شادی مختلف مقامات میں ہوئی ان میں سے کچھ زندہ ہیں اور کچھ وفات پا چکی ہیں۔

مولانا شاہ شرف الدین نے موضع بھدیسر سے ہجرت کرنے کے بعد اسلام پور اسٹیٹ کے منشی عبد الجبار کی صاحبزادی نویدہ خاتون سے شادی کی اور سسرال ہی میں سکونت اختیار فرمالی۔ ان کی اولاد میں چار شہزادے تھے جو بچپن میں وصال کر گئے البتہ دو شہزادیاں زبیدہ خاتون اور خدیجہ خاتون زندہ رہیں اور انہی سے نسل چلی۔

زبیدہ خاتون کی شادی خاص گانگی منشی یقین علی کے صاحبزادہ محمد یوسف سے ہوئی تھی۔ ان سے دو صاحبزادے ابوالوفا اور ظہیر ابوالعلا اور تین صاحبزادیاں رقیہ خاتون، صفیہ خاتون اور صفورا خاتون پیدا ہوئیں۔ ابوالوفا تو بچپن ہی میں وصال کر گئے اور (مولانا) ظہیر ابوالعلا سال ۱۴۲۳ھ ماہ شوال میں رحلت فرما گئے۔ صاحبزادیوں میں صرف صفورا خاتون بقید حیات ہیں۔

خدیجہ خاتون کی شادی موضع جھل جھلی حضرت مولانا نور الحق سے ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے تین صاحبزادے سلیم الظفر، حمید اصغر اور محمود ولی مظفر پیدا ہوئے۔ سلیم الظفر کئی سال قبل رحلت فرما گئے۔ باقی دو صاحبزادے (مولانا) حمید اصغر اور محمود ولی مظفر ابھی بقید حیات ہیں۔ خدا ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے۔

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

ولادت باسعادت

دھرتی پر عجیب وغریب واقعات رونما ہوتے ہیں۔ جب بہار آتی ہے تو گلشن میں پھولوں کے چراغ جل اٹھتے ہیں اور خزاں کا جھونکا چلنے لگتا ہے تو سارے چراغ بجھ جاتے ہیں حتی کہ گلشن کی ہری بھری شاخ بھی پتیوں سے عاری ہو جاتی ہے۔ اسی گردش ایام اور انقلاب روز و شب سے عروج و زوال، تعمیر و تخریب، اور وجود و عدم کی داستان وابستہ ہے........ ماوشما بھلا کس گنتی میں ہیں؟ انسان تو روز جنم لیتے ہیں اور راہیٔ ملک عدم ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسے انسانی افراد، نفوس قدسیہ جو تاریخ ساز ہوا کرتے ہیں اور جن پر شرف و بزرگی کو ناز ہوا کرتا ہے، ماہ و سال کی سینکڑوں گردش، صدیوں کے ہزاروں انقلاب، اور قرنوں کی لاکھوں کروٹ کے بعد کائنات ہستی میں رونما ہوتے ہیں........

سیدنا اویس قرنی، سیدنا محی الدین جیلانی، سیدنا بایزید بسطامی، سیدنا معین الدین اجمیری، سیدنا امام احمد رضا بریلوی اور سیدنا شاہ ولی محمد قدیری بریلوی رضی اللہ عنہم یہ وہ عظیم نفوس قدسیہ ہیں جن کے فیضان کرم سے انسانی حیات سرسبز ہوگئی اور جن کی برکت قدم سے ویران دل آباد ہو گئے، اندھیروں کو روشنی مل گئی اور خشک دھرتی باران رحمت سے نم ہو گئی........ انہیں پاکیزہ نفوس میں سے حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ بھی ہیں جو موضع بھدیسر میں پیدا ہوئے........ بہادر گنج کے نقشہ پر ابھرنے والا یہ گاؤں بہادر گنج سے قریب ہی بسا ہوا ہے۔ یعنی بہادر گنج سے کشن گنج کی طرف گذرنے والی سڑک پر نٹوا پارہ چوک ہے اس چوک سے شمال کی جانب تقریباً سیدھے خط پر لگ بھگ چار پانچ کیلومیٹر کی دوری پر نہر کی شکل کی ایک ندی ہے ندی کے پار ایک گاؤں دکھائی پڑتا ہے جس کا نام بھدیسر ہے........ یہ گاؤں تقریباً سو سال سے بھی زیادہ پرانی تاریخ اپنے سینے میں رکھتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ گاؤں اپنے دامن میں زمین داروں اور خوشحال لوگوں کو رکھتا تھا انہیں میں سے ایک متمول گھرانا اعلیٰ بخش کا بھی تھا اور مدتوں سے اس گاؤں میں سکونت پذیر تھا جس کی زمینداری و امیری کی یادگاروں میں سے آثار قدیمہ کے طور پر ایک بڑا سا تالاب اب بھی موجود ہے........

اعلیٰ بخش کے کاشانہ میں ایک تابناک ستارہ جلوہ فگن ہوا جو آگے چل کر ''قطب پورنیہ'' کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ ولادت کی ساعت سعید اور ماہ و سال ماضی کے اندھیروں میں روپوش ہیں البتہ عمر شریف اور سانحہ ارتحال سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۳۰۰ھ سے کچھ پہلے وہ اس عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز ہوئے ہو نگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم........

حصول علم

قطب پورنیہ حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ رئیس گھرانے میں پیدا ہوئے، نازونعم سے پلے بڑھے اور عمر کی منزلیں طے کیں آخر کار عمر کی اس منزل پر گامزن ہوئے جہاں شعور انسانی بیدار ہوتا ہے اور اہل خانہ تعلیم وتربیت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور عمر کی یہ منزل چار سال کے بعد ہی آتی ہے .... شاہ شرف نے بچپن کا یہ زمانہ اپنے والد گرامی کے زیر سایہ گذارا۔ وقت کی مروجہ تعلیم، اردو، فارسی، ہندی، حساب وغیرہ اپنے والد بزرگوار سے حاصل کررہے تھے کہ اچانک شفقت پدری سے محروم ہوگئے اور یتیمی کا داغ ملا۔ ایسے ناخوشگوار حالات میں کوئی شفقت فرمانے والا نہیں جو سہارا دے، کوئی غم خوار نہیں جو غم دور کرے۔ ان رنج وغم سے بھرے حالات میں تعلیمی سلسلہ کیسے آگے بڑھے یہ سب سے بڑا پیچیدہ مسئلہ تھا۔ چارونا چار اپنے بہنوئی کفیل الدین احمد مختار کی طرف نگاہ اٹھی اور واقعی بہنوئی نے ہمت افزائی کی، سہارا بن کر آگے بڑھے اور تعلیمی کفالت قبول کی .... چنانچہ آپ کا داخلہ بہادر گنج مڈل اسکول میں کرا دیا۔ حصول علم کا عمدہ ذوق تھا اپنے گاؤں سے بہادر گنج آتے جاتے رہے اور علم حاصل کرتے رہے۔ آخر کار مڈل اسکول میں بڑی اچھی کامیابی ملی اس کامیابی سے آپ کو نیا جوش وحوصلہ ملا اور آگے حصول علم کا عزم بھی پیدا ہوا مگر گھریلو حالات سازگار نہ تھے آپ کی خواہش تھی کہ کہیں دوسری جگہ جاکر علم حاصل کریں یعنی کلکتہ میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا مگر یہ شوق دل کے تہہ خانے میں چھپا ہوا تھا۔ آخر کار شوق ابھر کر زبان تک آگیا اور دبے لہجے میں اپنے بہنوئی سے اظہار خیال کیا۔ موصوف نے جب شوق کی یہ بیتابی دیکھی تو انہوں نے بھی شیشۂ جذبات میں ٹھیس لگانا مناسب نہ سمجھا۔ صلاحیت واستعداد اچھی تھی اگرچہ مالی پریشانی تھی پھر بھی کلکتہ جانے کیلئے سامان سفر تیار کردیا .... جب آپ کلکتہ پہونچے اور ہائی اسکول میں داخلہ کی درخواست پیش کی تو پہلے آپ کا ٹسٹ (Test) امتحان لیا گیا اس امتحان میں آپ کامیاب ہوگئے تو آپ کا داخلہ ہائی اسکول میں ہوگیا۔ خداداد ذہانت تھی، عمدہ صلاحیت واستعداد بھی رکھتے تھے، نہایت ہی ذوق وشوق سے پڑھتے رہے گویا تعلیمی ذوق نے ایک حوصلہ بخش دیا۔ کلکتہ مغربی بنگال کا صدر مقام تھا اور آج بھی ہے۔ وہاں کی زبان اگرچہ بنگلہ تھی تاہم اردو زبان وادب کے اچھے شاعر ادیب اور انشا پردازوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ انگریزوں نے اردو زبان کے فروغ وترقی کیلئے فورٹ ولیم کالج کی بنیاد رکھی تھی اور ڈاکٹر جان گلگرائسٹ اس کالج کے اہم شخص تھے، کلکتہ میں کبھی کبھار مشاعرہ کی محفل بھی منعقد ہوا کرتی تھی .... شاہ شرف ایک فطری شاعر تھے اور شعروشاعری میں طبع آزمائی بھی کیا کرتے تھے۔ اردو زبان و

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

ادب کے ماحول نے ترغیب دی تو شریک بزم ہونے لگے۔ ایک بار ایک طرحی مشاعرہ منعقد ہوا شعراء کرام نے مصرعۂ طرح پر غزلیں کہیں آپ کو بھی مصرعۂ طرح ملا آپ نے بھی اس پر ایک خوبصورت غزل کہی۔ جب مشاعرہ میں آپ نے وہ غزل پڑھی تو بڑی داد وتحسین ملی۔ وہ مصرعۂ طرح یہ تھا

''صحرائے قیامت سے بھی دو ہاتھ بڑی ہے''

اس مصرعہ پر غزل کہنی اور گرہ لگانی تھی۔ شعرائے کرام جانتے ہیں کہ کسی مصرع پر گرہ لگانا کس قدر دشوار ہوتا ہے۔ ''صحرائے قیامت سے بھی دو ہاتھ بڑی ہے'' آخر وہ کیا چیز ہے............؟ لیکن شاعر کی پرواز تخیل کچھ ایسی ہوتی ہے کہ وہ فرہاد کی طرح کوہ کنی کر کے دودھ کی نہر نکال کر لاتا ہے اور اپنے مصرع سے مصرعۂ طرح کو مربوط وہم آہنگ کرلیتا ہے۔ شاہ شرف نے ''صحرائے قیامت'' کو چہرۂ محبوب سے تشبیہ دی اور اس پر بکھری ہوئی زلفوں کو دو ہاتھ بڑی تصور کر کے اس طرح مکمل کردیا

وہ زلف مسلسل جو ترے رخ پہ پڑی ہے　　''صحرائے قیامت سے بھی دو ہاتھ بڑی ہے''

غزل سن کر ہر طرف سے سبحان اللہ ماشاءاللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور جب مصرعۂ طرح پڑھا گیا تو ''مکرر ارشاد'' کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ایک عجب سماں بندھ گیا............شاید وجہ یہ تھی کہ کسی شاعر نے مصرعۂ طرح پر ایسی چست اور مناسب گرہ نہیں لگائی تھی۔ افسوس کہ آپ کی یہ خوبصورت اور دلکش غزل دستیاب نہ ہوسکی۔ بہر حال شعر وشاعری کی ہنگامہ خیز زندگی میں بھی حصول علم کا منشأ برقرار رہا ذوق وشوق اور محنت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی جدوجہد مسلسل کرتے رہے تا آنکہ میٹرک میں آپ نے فرسٹ ڈویژن سے کامیابی حاصل کرلی پھر آپ نے انٹرینس میں داخلہ لے لیا............علمی وارفتگی نے آپ کو مسلسل جدوجہد پر آمادہ کردیا۔ ذہن و فکر میں بس ایک ہی خیال بسا ہوا تھا کہ علم حاصل کیا جائے چاہے دینی علوم ہوں کہ دنیوی علم، مقصد صرف علم ہے شاید اس وقت کا یہی ماحول تھا ورنہ اس عہد میں علماء خال خال ہی نظر آتے ہیں سامراجی دور اقتدار میں ہندی مسلمان یا تو فارسی کی تعلیم حاصل کرتے تھے یا پھر اسکول وکالج کی تعلیم سے بہرہ ور ہوتے تھے آپ نے بھی یہی انداز اختیار کیا۔ بہر حال آپ نے کلکتہ کے دوران قیام میں انٹرینس پاس کرلیا اور پھر اپنے وطن واپس آئے

ملازمت

جب گھر پہونچے تو نظام خانہ درہم برہم تھا۔ کفیل الدین احمد مختار سے ملے حالات کا جائزہ لیا۔ بہنوئی نے نیک مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ اب میری ضعیفی کا عالم ہے، گھر کی حالت دگرگوں ہے سہارا دینے والا کوئی نہیں،

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

مزید تعلیم کا ارادہ ترک کر کے اپنی زندگی کے بارے میں سوچنا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ پورنیہ جج کے آفس میں پیشکاری کی جگہ خالی ہے، اگر کوئی تعلیم یافتہ سرٹیفکٹ والا ہو تو اسے یہ سرکاری ملازمت حاصل ہو سکتی ہے۔ ماشاء اللہ تمہارے پاس انٹرینس کا سرٹیفکٹ ہے اور تم اس لائق ہو کہ اس پوسٹ کیلئے درخواست دے سکتے ہو۔ مجھے امید ہے کہ تمہیں کامیابی مل سکتی ہے۔

جی تو نہیں چاہتا تھا کہ تعلیمی سلسلہ منقطع کر دیا جائے لیکن حالات سے مجبور تھے۔ بہنوئی کا مشورہ بڑا مخلصانہ تھا لہٰذا آپ نے ملازمت کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور درخواست پورنیہ کورٹ میں پیش کر دی۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد پورنیہ کورٹ سے آپ کا بلاوا ہوا۔ آپ تشریف لے گئے انٹرویو ہوا اس میں کامیاب ہو گئے اور آپ کو تقرری کا پروانہ مل گیا۔ ملازمت کے حصول کے بعد آپ نے پورنیہ میں ایک کرائے کا مکان حاصل کیا اور وہیں قیام پذیر ہو گئے اور سرکاری کام انجام دینے لگے۔

کفیل الدین احمد مختار کی پیری و سال خوردگی کا زمانہ تھا نیز نئی حالات ان کے سامنے تھی اس لئے ایک دن شرف سے تبادلۂ خیال کرتے ہوئے کہا کہ اب بھدیسر رہنے کے لائق نہ رہا میں نے مستقبل کے پیش نظر سوچا ہے کہ تمہاری اور تمہارے بھتیجا کی جو آراضی بھدیسر میں ہے ہم اسے فروخت کر دینا چاہتے ہیں اور اس کے عوض گانگی میں ہم دونوں کے نام سے اپنی زمین بندوبست کر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے کہا کہ آپ جو بہتر سمجھیں کر دیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ زندگی کہیں بھی گذاری جا سکتی ہے۔ لہٰذا کفیل الدین احمد مختار نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے حضرت شاہ شرف کی آبائی جائداد و آراضی فروخت کر کے گانگی میں دس بیگھہ زمین حضرت شرف اور ان کے بھتیجے کے نام بندوبست کر دی۔

اس طرح شاہ شرف نے اپنے آبائی وطن بھدیسر کی دھرتی سے گانگی ہجرت فرمائی اور رسول پاک ﷺ کی سنت ادا کی اب بھدیسر کے بجائے پورنیہ سے گانگی آتے جاتے اور فریضۂ ملازمت ادا کرتے رہے۔ اور زندگی کا کارواں زمانۂ حال سے مستقبل کی جانب بڑھتا رہا۔

شادی خانہ آبادی

کفیل الدین احمد مختار نے شاہ شرف کی تعلیمی سرپرستی کی، ملازمت کیلئے ذہن ہموار کیا اور اپنے نیک مشورہ سے ملازمت کا رجحان پیدا کیا اور ملازمت بھی حاصل ہو گئی دور اندیشی سے کام لے کر حالات کو پڑھا شرف کا مستقبل سوچا گرد و پیش کا جائزہ لیکر ایک مثبت قدم اٹھایا اور بھدیسر سے گانگی کی سکونت اختیار کرائی زمین

دلائی .... یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی وہ ایک تشنگی محسوس کررہے تھے کہ زندگی کا آخری فریضہ بھی ادا ہوجائے یعنی شرف کی کہیں رشتہ داری ہوجائے چونکہ خانگی ضرورت تھی اور ضرورت رشتہ بھی۔ ان کے سامنے گرد ونواح کا منظر بھی تھا اور اپنی برادری بھی پیش نظر تھی .... چنانچہ سوچ بچار کے بعد اپنی ہی برادری کی ایک لڑکی کا انتخاب کیا تا کہ زمین دارانہ شان بھی باقی رہے اور حسب ونسب پر بھی حرف نہ آئے۔ سلام پور اسٹیٹ حاجی قمرالدین رجسٹرار کے خاندان میں منشی عبدالجبار تھے ان کی سب سے چھوٹی صاحبزادی بی بی نویدہ خاتون کا انتخاب ہوا .... چنانچہ رشتہ پیش کیا گیا کوشش جاری رکھی گئی۔ لڑکا تعلیم یافتہ، عمدہ خاندان اور برسرروزگار تھا لڑکی والوں نے مناسب سمجھا اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد رشتہ منظور ہوگیا اور بڑی دھوم دھام سے آپ کی شادی ہوئی .... ملازمت اور رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوجانے کے بعد آپ کی زندگی بڑی پُرسکون ہوگئی پورنیہ سے آتے تو اپنی سسرال ہی میں قیام کرتے مگر شاعری کا ذوق برقرار رہا۔ جس طرح پہلے نعت وغزل کہتے تھے اب بھی وہی شاعرانہ مزاج اور شعر گوئی کا شغف رکھتے .... پورنیہ میں فرصت کے لمحات ملتے تو شعر کہتے اور مترنم آواز میں گنگناتے اس طرح آپ اپنی خوشگوار زندگی گذار رہے تھے۔ ملازمت کے فرائض کی انجام دہی، پورنیہ میں قیام اور ازدواجی زندگی کی مکمل آسودگی تھی، مسرت وخوشی کی زندگی، شعروشاعری کے پُرکیف لمحے تھے۔

مولانا حفیظ الدین سے شرف ملاقات

یہ ایک حقیقت ہے کہ رب قدیر جب کسی کو سربلند وسرفراز کرنا چاہتا ہے تو اس کے ظاہری اسباب خود فراہم کردیتا ہے، خوابیدہ مقدر کس وقت بیدار ہوجائے بخت خوابیدہ کب جاگ جائے یہ کہنا بہت ہی مشکل ہے رات سنسان تھی، راستے ویران تھے اور سارا ماحول خواب میں ڈوبا ہوا تھا ایسے عالم میں حضرت شاہ شرف اپنے اشعار گنگنا رہے تھے اور بڑی پُرکیف نغمگی تھی۔ اتفاق سے حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ رحمانپوری پورنیہ تشریف لائے ہوئے تھے اور شاہ شرف کی جائے قیام سے اتنے قریب قیام پذیر تھے کہ آواز ان کے کانوں تک پہونچ رہی تھی وہ بے تاب ہوگئے اور حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا ''یہ کون شعر پڑھ رہا ہے؟'' حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا ''کیا اُسے بلالاؤں؟'' ...... ''کوئی ضروری نہیں'' آپ نے ارشاد فرمایا۔ پھر بھی ایک شخص نے جاکر شرف سے کہا کہ ایک پیر طریقت آپ کے اشعار سن کر پوچھ رہے تھے کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ ان سے ملاقات کرلیتے۔ اتنا سننے کے بعد آپ ملاقات کیلئے روانہ ہوگئے۔ جب آپ مجلس میں پہونچے تو سلام کے بعد مصافحہ کیا اور بڑے ادب کے ساتھ کھڑے رہے پھر اس شخص نے تعارف کراتے ہوئے عرض کیا ''حضور یہی

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

وہ لڑکا ہے جو شعر پڑھ رہا تھا'' ...... ''اچھا تو بیٹھ جاؤ'' ...... چنانچہ آپ بیٹھ گئے پھر مولانا شاہ حفیظ الدین اس طرح لب کشا ہوئے ''تم کہاں کے ہو اور کیا کرتے ہو؟'' ...... ''میرا گھر علاقہ بہادر گنج موضع بھدیسر ہے اور پورنیہ کورٹ میں پیشکاری کی ملازمت کرتا ہوں'' آپ نے جواب دیا۔

آپ جو اشعار گنگنا رہے تھے وہ اس نعت کے تھے جس کا مطلع یہ ہے

مری تربت سے بوئے باغ جنت جاوداں نکلے
اگر حُب محمد مصطفیٰ میں میری جاں نکلے

عربی علوم کی طلب و تحصیل

صد سالہ دور چرخ تھا ساقی کا ایک جام
نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی

حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ سے ملاقات کے بعد آپ کے دل کی دنیا میں ایک نادیدہ طوفان برپا تھا بار بار ملاقات کی خواہش پیدا ہو رہی تھی، دربار کی حاضری کی تمنا دل کو بے چین کئے ہوئے تھی مگر سرکاری ملازمت سد راہ تھی پھر بھی فرصت کا لمحہ اگر ہاتھ آجاتا تو اسے غنیمت جان کر رحمان پور تکیہ شریف حاضر ہو جاتے حسن اتفاق سے فرصت ملی تو سیدھے تکیہ شریف پہونچ گئے اور اتفاق سے حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین بھی دربار میں موجود تھے ملاقات ہوئی سلام و مصافحہ کے بعد حضرت نے پوچھا'' کہو کیسے آنا ہوا؟'' عرض کیا بہت دنوں سے شرف ملاقات حاصل نہیں ہوا تھا اور درگاہ کی حاضری بھی نہیں ہو سکی تھی اب ایک دو روز کی رخصت ملی تو حاضر ہو گیا۔ آپ اس روز درگاہ میں ٹھہر گئے۔ مولانا شاہ حفیظ الدین کا یہ معمول تھا کہ آپ تشنگان علوم کو سیراب کرتے اور عربی علوم کا درس دیا کرتے تھے حسب دستور جب آپ صبح عربی علوم کا درس دینے لگے تو شاہ شرف بھی درگاہ میں بیٹھ گئے اور سماعت کرنے لگے اور یہ سلسلہ چار پانچ دنوں تک چلتا رہا حضرت نے جب یہ حالت دیکھی تو فرمانے لگے'' میاں تمہاری چھٹی تو دو روز کی تھی اور کئی روز گذر گئے تم آج ہی چلے جاؤ کیونکہ سرکاری ملازمت کی بات ہے'' ...... چنانچہ آپ اسی روز گھر کیلئے روانہ ہو گئے۔ پھر گھر سے پورنیہ پہونچے مگر دل و دماغ میں ایک ہیجان بپا تھا اور بار بار یہی خیال ذہن و فکر میں ابھرتا تھا کہ عربی علم حاصل کرنا از حد ضروری ہے یہ دنیوی علوم صرف دنیا کمانے اور جلب منفعت کیلئے ہیں اصل چیز دینی تعلیم ہے۔ یہ سب سوچ کر بڑے کبیدہ خاطر ہوئے اور دل بیحد مضطرب ہو گیا ...... آخر کار ایک حتمی فیصلہ کر لیا کہ چاہے جو بھی ہو عربی علوم اور دینی تعلیم

حاصل کرنا ہی ہے .... چنانچہ رخصت کی درخواست دے کر رحمان پور تکیہ پہونچ گئے۔ خوبیٔ قسمت سے حضرت سے ملاقات بھی ہوگئی اور ان پر اپنا خیال اور مصمم ارادہ ظاہر بھی کر دیا کہ میری دلی تمنا ہے کہ عربی پڑھوں اور حضرت ہی سے پڑھوں .... جب حضرت نے یہ عزم راسخ پایا تو پڑھنے کی اجازت دیدی .... اس عزم وحوصلہ کا جواب نہیں انسان جب لڑکپن سے فارسی وعربی تعلیم کا آغاز کرتا ہے تو اس کو دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، مگر اسکول وکالج کا تعلیم یافتہ، رشتۂ ازدواج سے منسلک، ملازمت پیشہ ہو کر عربی علوم کی یہ طلب وتحصیل انتہائی حیرت انگیز ہے .... معلوم نہیں یہ کسی کا فیضان نظر تھا یا شاہ شرف کی وارفتگیٔ شوق کا کرشمہ .... حضرت شاہ شرف کا یہ جذبۂ شوق ہمارے لئے درس عبرت ہے کہ انہوں نے صرف انگلش تعلیم کو دین وایمان کیلئے بے سود تصور کیا، ناکافی سمجھا، مگر آج کل اسکول اور کالج کے پڑھے لکھے لوگ، علماء دین کو بیوقوف تصور کرتے ہیں اور خود کو ایک انگریز سے کم نہیں سمجھتے .... افسوس ان بُرے خیالوں پر اور صد افسوس ان نئے اُجالوں پر!

چنانچہ عربی کی ابتدائی کتابیں میزان، منشعب وغیرہ شروع کر دیں اور آپ انتہائی ذوق وشوق سے پڑھتے رہے۔ کیا طلب رہی ہوگی اور کیسے گذرے ہونگے شب وروز ....؟

اُس زمانے میں سائنسی دور کی یہ برق رفتار سواریاں نہ تھیں۔ پیر اپنے مریدوں کی رشد وہدایت کیلئے آکر جاتے تو واحد سواری بیل گاڑی ہوتی اور ہفتوں، مہینوں کا سفر بیل گاڑی کے ذریعہ طے کیا جاتا۔ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ سفر پر اپنی بیل گاڑی ہی میں جایا کرتے ..... لطف کی بات یہ کہ حضرت شاہ شرف بھی اپنے مرشد کی اسی سنت پر عمل پیرا رہے اور اپنی بیل گاڑی ہی کو آمد ورفت کا ذریعہ بنایا .... ایک دفعہ حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کو اپنے مریدین کے یہاں جانے کا اتفاق ہوا، بیل گاڑی تیار اور گاڑی بان بھی موجود! ... مگر شاہ شرف نے وفور عقیدت میں گاڑی ہانکنے کی خواہش ظاہر کی جسے حضرت نے قبول فرمایا، گاڑی چلی اور آپ ہانکتے رہے، سفر طے ہوتا رہا، اسی اثناء میں حضرت کو یاد آیا کہ سبق ناغہ ہو رہا ہے چنانچہ آپ نے شرف سے فرمایا ”اگر کتابیں ساتھ ہیں تو سبق پڑھ لو“ ..... آپ نے عرض کیا کہ کتابیں موجود ہیں ..... پھر تو بیل گاڑی ہی پر درس وتدریس کا شغل چلتا رہا۔ جب کافی دور چلے تو سورج ڈھل چکا تھا اور دھوپ کی تمازت بھی بڑھ چکی تھی اور ظہر کا وقت بھی قریب ہو چلا تھا اور ساتھ ہی ساتھ بیل بھی تھک گئے تھے سامنے ندی کا کنارہ دکھائی دیا۔ لہٰذا کنارے پر گاڑی روک دی گئی، بیلوں کو پانی پلایا گیا تھوڑی گھاس بھی دیدی گئی اور سب نے ظہر کی نماز ادا کی۔ بعد نماز حضرت نے چائے کی خواہش ظاہر کی حسب خواہش چائے تیار ہوئی اور چائے نوشی کے بعد پھر سفر کا آغاز

ہوا۔ جگہ جگہ مریدین سے ملتے اور فیض رسانی کرتے رہے۔ اور اہل ثروت قدم بوس ہو کر فیض پاتے رہے۔ یہاں تک کہ ماہ بھر کے اس سفر میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلاتے ہوئے خانقاہ شریف واپس ہوئے

شاہ شرف بڑے انہماک سے تعلیم حاصل کر رہے تھے اس کے سوا اپنے استاذ گرامی حضرت شاہ حفیظ الدین کی خدمت گذاری بھی آپ کے فرائض میں شامل تھی۔ غرض کہ تعلیمی انہماک، شب بیداری، فرائض کی پابندی یہ سب کچھ آپ کے معمولات زندگی میں داخل ہو گیا .... تصور کیجئے کہ جو شخص زمینداری کی آغوش میں پرورش پایا، اسکول و کالج میں تعلیم حاصل کی اور پیشکاری کی ملازمت اختیار کی اس کی زندگی میں یہ حیرت انگیز انقلاب کیسے پیدا ہوا ....؟ ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

چونکہ شاہ شرف کو اپنے استاذ گرامی قدر (جو اپنے وقت میں بہت بڑے پایہ کے شیخ اور زمانہ کے مرشد تھے) سے بیعت وارادت کا شرف حاصل تھا اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ بیعت سے متعلق کچھ وضاحت کردیں اور یہ بھی بتادیں کہ طریقت اور شریعت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ مگر آج کل کے کچھ خود غرض پیران طریقت اور ابن الوقت مریدوں نے طریقت کو تماشہ بنا رکھا ہے۔

طریقت ''تصفیہ قلوب'' کا ذریعہ تھی یہ چیز اب پیروں میں نہیں تو ان کے مریدوں میں کہاں سے ہوگی۔ ہمارے اسلاف شریعت وطریقت کے سنگم تھے۔ مگر اس دور میں طریقت صرف ایک رسم رہ گئی اور شریعت کی پابندی نہ پیروں میں، نہ مریدوں میں .... خانقاہ آباء واجداد کی جاگیر، اور پیری مریدی اپنی جاگیر سے خراج لینے کا حسین ذریعہ ....!

بیعت اور قرآن حکیم

بیعت کا ذکر خود قرآن حکیم میں موجود ہے چنانچہ رب قدیر ارشاد فرماتا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم (بیشک جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا دست قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے) یہ آیت کریمہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کئے جانے کی خبر مسلمانوں کو ملی تو حضور سرکار دو عالم ﷺ نے تمام مسلمانوں سے بیعت لی اور سب نے اپنے ہاتھ حضور اقدس ﷺ کے دست اقدس میں دیکر بیعت جہاد کی اس سے معلوم ہوا کہ بیعت از حد ضروری ہے اگر چہ نوعیت مختلف ہو اور حقیقت تو یہ ہے کہ روز اول ساری

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

ذریات آدم سے جو عہد و میثاق لیا گیا تھا وہ خود ایک بیعت تھی اس موقع پر رب تعالیٰ نے فرمایا تھا (الست بربکم قالوا بلیٰ شھدنا) پھر صحابۂ کرام نے حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور جو لوگ اسلام لانے کی غرض سے حاضر ہوتے آپ کے دست اقدس پر بیعت کرتے مگر وہ بیعت اسلام تھی اور جو بیعت صلح حدیبیہ کے موقع پر لی گئی تھی وہ بیعت جہاد تھی اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور اب جو بیعت کا دستور ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ نائب رسول کے ہاتھ پر اس بات کا اقرار کرنا کہ ہم اطاعت گذار و فرمانبردار رہیں گے اور اپنے شیخ و مرشد کو اس بات کا ضامن بناتے ہیں۔

خلفائے راشدین کے ہاتھ پر جو بیعت ہوئی وہ بیعت خلافت تھی اس عہد میں مشائخ کی بیعت کا رواج نہ تھا چونکہ یہ بیعت خلافت تھی اسلئے ہر خلیفہ کے ہاتھ پر علیحدہ علیحدہ بیعت کرنا پڑتی تھی جب خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا تو ملوکیت کا رواج پڑا سلطنت رہ گئی تو حکومت اسلامی کے فرمانروا سے بیعت کی جاتی...... رہ گئی بیعت ارادت تو وہ مشائخ کرام کا حصہ ہے۔ لفظ ارادت سے مرید بنا ہے جس کے معنی ہیں ارادہ کرنے والا۔ مرید چونکہ رضائے الٰہی کا طالب ہوتا ہے اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے اسلئے اس کو مرید کہا جاتا ہے ......

جسکا کوئی پیر نہیں اسکا پیر شیطان ہے

قرآن کریم کا ارشاد ہے **یوم ندعوا کل اناس بامامھم** (ہم قیامت میں ہر آدمی کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے) امام اعظم ابوحنیفہ، امام ادریس شافعی، امام مالک اور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ چار ائمۂ دین ہیں جنہوں نے قرآن پاک اور احادیث مبارک سے صحیح مطالب اخذ و استنباط کر کے ہمیں دیا یہی چاروں امام برحق ہیں اور انہیں کا راستہ ''صراط مستقیم'' کہلاتا ہے۔ ان کے علاوہ جو بھی ہے باطل و گمراہی ہے۔ انہیں چاروں ائمۂ مجتہدین کے مسلک کو حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی کہتے ہیں۔ رہی بات ہمارے مشائخ دین کی جو راہ سلوک کے پیشوا ہیں تو یہ بھی ان چار مسلک میں سے کسی ایک کے متبع و پیروکار ضرور ہیں۔

راہ سلوک یا طریقت و معرفت کے اصل چار سلسلے قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، اور نقشبندیہ ہیں ان چار دریاؤں سے ہزاروں نہریں پھوٹتی ہیں۔ رضویہ، اشرفیہ، رشیدیہ، قدیریہ اور لطیفیہ، نہ جانے اور کتنے چشمے ہیں جن سے روحانی پیاسے سیراب ہو رہے ہیں عرصۂ محشر میں ان سلاسل کے مشائخ ہوں گے اور ان کے ہزاروں لاکھوں مریدین و متوسلین اپنے مشائخ کے ساتھ پکارے جائیں گے اور سب ان کے جھنڈے لئے ہونگے۔ اس گھڑی جس کا کوئی شیخ نہیں وہ شیطانی گروہ سے ہوگا۔ پیری و مریدی کے سلسلہ میں ذیل کا واقعہ عبرت خیز ہے۔ کتاب فرائد میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ایک چشمہ کے

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

کنارے پر بیٹھے تھے ناگاہ پانی سے ہاتھ کا پنجہ نمودار ہوا محبوب الٰہی نے اپنی کلاہ مبارک اس پنجے پر ڈال دی پنجہ دست اس کلاہ مبارک کو لیکر غائب ہوگیا ـــــ محبوب الٰہی کے مریدین جو یہ تماشہ دیکھ رہے تھے انکشاف راز کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ پنجہ حضرت بوعلی شاہ قلندر کا تھا جو ولایت میں بلند مرتبہ رکھتے ہوئے بھی ظاہری بیعت سے مشرف نہ تھے میرے پاس آئے میں نے انہیں ارادت وخلافت عطا کردی چونکہ بات پیری ومریدی کی ہورہی ہے اس لئے یہ وضاحت کردینا بھی ازحد ضروری ہے کہ شیخ ومرشد جس سے بیعت کی جائے اسے کیسا ہونا چاہئے۔

شیخ ومرشد کے لئے چار شرطیں ہیں

(۱) شیخ طریقت کا صحیح مسلمان ہونا ـــــ چونکہ ایمان کا انحصار صحت عقیدہ پر ہے اور عقیدہ صحیح نہیں تو لاکھ عمل کا پابند ہو وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ آج کل سیکڑوں باطل فرقے جنم لے رہے ہیں اور گلی کوچہ میں گشت لگا رہے ہیں نماز، روزہ، ورد وظیفہ، اور مستحبات ونوافل میں اپنا جواب نہیں رکھتے مگر عقائد فاسد ہوجانے کی وجہ سے ان کا ایمان سلامت نہیں حتیٰ کہ یہ لوگ علماء وصوفیاء بھی ہیں اور مشائخ وپیران طریقت بھی ـــــ مگر بدعقیدگی کے باعث ایمان سے خارج ہیں بھلے ان کے اعمال جو بھی رہے ہوں ـــــ اسلئے شیخ کا صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے۔

(۲) شیخ جاہل نہ ہو کہ جہالت ساری برائیوں کی جڑ ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ما اتخذ اللّٰہ ولیاً جاھلا قط" (اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہیں بنایا) اگر بنانا چاہا بھی تو پہلے اسے علم عطا فرمادیا۔ دراصل علم ظاہر کا ثمرہ علم باطن ہے تو جو علم ظاہر نہ رکھتا ہو وہ علم باطن کیونکر پاسکتا ہے؟ کیونکہ اللہ سے متعلق بندوں کیلئے پانچ علوم ہیں۔ علم ذات، علم صفات، علم اسماء، علم افعال اور علم احکام ـــــ ان علوم میں پہلا دوسرے سے مشکل تر ہے۔ یعنی علم احکام سے مشکل تر علم افعال اور اس سے مشکل تر علم اسماء اور اس سے مشکل تر علم صفات اور سب سے زیادہ مشکل علم ذات۔ اب جو سب سے آسان تر علم احکام میں عاجز وتہی دست ہو وہ سب سے مشکل تر علم ذات کیونکر پاسکتا ہے؟ لہٰذا مرشد کیلئے علم احکام کی استعداد وصلاحیت درکار ہے تاکہ نیک وبد میں وہ امتیاز کرسکے۔ اگر وہ امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے تو وہ کبھی بھی برائی میں مبتلا ہوسکتا ہے ـــــ

(۳) شیخ ومرشد نیک متقی وپرہیزگار ہو۔ فاسق وفاجر نہ ہو۔ فسق وفجور ایسے امور ہیں جو شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہیں جیسے جھوٹ، گالی، بہتان، داڑھی حد شرع سے کم رکھنا، فرض وواجب اور سنت میں کوتاہی کرنا، گناہ کا کھلم کھلا ارتکاب کرنا ـــــ ظاہر بات ہے کہ جو ان باتوں کا مرتکب ہوگا وہ لائق تعظیم نہیں ہوسکتا اور پیر ومرشد کی تعظیم ضروری ہے ـــــ علماء فرماتے ہیں اگر امام فسق وفجور میں مبتلا ہو تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کی اقتداء میں

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ چنانچہ امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں "لو قدموا فاسقا یاثمون لان فی تقدیمه تعظیمه" (اگر لوگ فاسق کو آگے بڑھائیں تو سب گنہگار ہو جائیں گے کیونکہ اسے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے) لہٰذا ثابت ہوا کہ شیخ و مرشد پابند شرع ہو فاسق و فاجر نہ ہو تا کہ مرید اس کی تعظیم کر سکے۔

(۴) شیخ کا شجرہ متصل ہو۔ یعنی حضور سرکار دو عالم ﷺ تک سلسلہ پہونچتا ہو کیونکہ وہی شریعت و طریقت کے اصل مرکز ہیں۔ فیوض و برکات اور روحانی تجلیات کا اصل سرچشمہ وہی ہیں۔ لہٰذا مرکز تک پہونچنے میں اگر کہیں سلسلہ منقطع ہو گیا تو مرکز سے فیوض و تجلیات کی جو کرنیں موصول ہو رہی تھیں وہ یکلخت موقوف ہو جائینگی لہٰذا شجرہ میں اتصال ضروری ہے۔

سجادہ نشینی کا طریقہ

شیخ و مرشد کیلئے جو چار شرطیں مذکور ہوئیں یہ شرطیں اگر کسی مرید میں پائی جائیں تو اس کی سجادہ نشینی کی تین صورتیں ہیں ...... (۱) شیخ خود اپنی زندگی میں کسی مرید کو جامع شرائط دیکھے اور اسے لائق سمجھے اور اسے اپنا جانشین مقرر کر دے اپنا سجادہ نشین بنا دے جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود اپنی حیات مبارکہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا ...... (۲) شیخ کی وفات کے بعد عام مریدین و متوسلین کسی خاص مرید کو ان کا خلیفہ و جانشین بنا دیں۔ جیسا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا بلکہ عام مسلمانوں کے مشورہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے ......

(۳) مریدین میں سے خاص معتمد لوگ کسی کو شیخ کا جانشین بنا لیں۔ جیسا کہ خاص ارباب حل و عقد کے مشورہ سے حضرت عثمان غنی و حضرت علی رضی اللہ عنہما سریر آرائے خلافت ہوئے ......

آجکل خانقاہوں میں جو یہ رواج پڑ گیا ہے کہ پیر کا بیٹا پیر ہوگا، شیخ کی خلافت حاصل ہو یا نہ ہو، مسند ارشاد کے لائق ہو یا نہ ہو، شیخ سے مریدین راضی ہوں یا نہ ہوں اس سے کوئی غرض نہیں۔ یعنی بازیچہ اطفال ہے جو چاہے بن جائے ط فتماشا تو یہ ہیکہ یہ خانہ زاد پیر زادے اسے گھر کی میراث کی طرح سمجھتے ہیں اور حلقہ پیری میں نکل جاتے ہیں اور باپ کی جاگیروں سے خوب دنیا کماتے ہیں اگر ایسا ہونا درست ہوتا تو فرزندان خلفائے راشدین بھی خلافت کے حقدار ہوتے اور مسند خلافت پر بیٹھ جاتے مگر تاریخ میں ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ایسا ہونا شرعی طور پر درست ہے۔ اسلام نسب و خاندان کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر زہد و تقویٰ پر ہوتی ہے۔

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

شریعت وطریقت

سرکار مصطفی ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ آپ کو جو معرفت الٰہی حاصل تھی ایسی معرفت نہ آپ سے قبل کسی کو حاصل، نہ قیامت تک کوئی شخص معرفت کی اس بلندی کو پہنچ سکتا ہے۔ بایں معراج زندگی، حیات کا ایک ایک لمحہ زندگی کا ایک ایک گوشہ عمل شریعت سے تابندہ نظر آتا ہے ـــــــ صحابہ کرام کی زندگی پر آپ کے اعمال وافعال کی پوری چھاپ تھی۔ وہ بھی شریعت کے مطیع وفرمانبردار نظر آتے ہیں حالانکہ یہ لوگ رشد وہدایت کے درخشندہ ستارے ہیں۔ تابعین عظام وائمہ مجتہدین کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے اور تاریخ کے اوراق کھولے جائیں تو وہ بھی شریعت کے سانچے میں ڈھلے نظر آتے ہیں حالانکہ یہ لوگ ارباب معرفت بھی تھے ـــــــ اسی طرح ہمارے اسلاف ومشائخ باوجودیکہ طریقت کے علمبردار تھے مگر انہوں نے اپنی زندگی کو بندگی بناڈالا ـــــــ آج بھی شریعت مصطفیٰ زندہ ہے اور فرمان مصطفیٰ تابندہ ہے ـــــــ شریعت سے جدا ہوکر ولایت کی منزل کوئی نہیں پاسکتا۔ اور جو شخص دعوی کرے وہ مکار اور جھوٹا ہے۔ انہیں لوگوں سے متعلق جب سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں "ان التکالیف کانت وسیلة الی الوصول فقد وصلنا "(احکام شریعت وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہوگئے) یعنی اب ہمیں شریعت درکار نہیں ـــــــ آپ نے فرمایا ـــــــ "صدقوا فی الوصول ولکن الی سقر "(وہ سچ کہتے ہیں واصل ضرور ہوئے مگر کہاں ـــــــ جہنم تک) بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ـــــــ "ولو نظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی فی الھواء فلا تغروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنھی وحفظ الآداب و آداب الشریعة "(اگر کسی شخص کو دیکھو جسے ایسی کرامت دی گئی ہے کہ وہ ہوا پر اڑ سکے تو اس سے فریب نہ کھاؤ تاآنکہ یہ نہ دیکھ لو کہ فرض وواجب، حرام ومکروہ، محافظت حدود وآداب شریعت میں اس کا کیا حال ہے) حضرت ابویزید بسطامی رضی اللہ عنہ اس شخص کو دیکھنے گئے جس نے اپنے آپ کو بنام ولی مشہور کر رکھا تھا وہ شخص لوگوں کا مرجع اور زہد میں مشہور تھا جب آپ وہاں پہونچے تو اس نے قبلہ کی جانب تھوکا ابویزید بسطامی فوراً واپس ہوگئے اور سلام تک نہ کیا اور فرمایا "ھذا رجل غیر مامون علی ادب من آداب رسول اللہ ﷺ فکیف یکون مامونا علی ما یدعیہ "(یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے آداب میں سے تو ایک ادب کا امین نہیں تو جس چیز کا یہ دعوی دار ہے اس پر کیا امانت دار ہوگا) مگر افسوس ـــــــ کچھ بابا، کچھ مستان اور کچھ جعلی نقلی صوفی جو چرس، گانجہ اور بھانگ پیتے ہیں

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

اور آسمان اور زمین کی ہانکتے ہیں، شعبدہ دکھاتے ہیں، کرشمہ سازی کرتے ہیں اور بھولی بھالی عوام کو گمراہ کرتے ہیں ...... شاید وہ اس حقیقت سے آشنا نہیں ''الشریعة هی الشجرة والحقیقة هی الثمرة '' (شریعت درخت اور حقیقت پھل ہے) ...... درخت قائم ہے تو اصل موجود! جب اصل ہی کٹ جائے تو محروم و مردود حضور پُر نور سید الاولیا، قطب الکونین ارشاد فرماتے ہیں ...... ''اقرب الطرق الی اللہ لزوم قانون العبودیة والاستمساك بعروة الشریعة '' (اللہ کی طرف سب سے قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے) حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ...... ''الولایة ظل النبوة والنبوة ظل الالوهیة وكرامة الولی استقامة فعله علی قانون قول النبی ﷺ '' (ولایت پرتو نبوت ہے اور نبوت پرتو الوہیت ہے اور ولی کی کرامت یہ ہیکہ اس کا فعل نبی کریم ﷺ کے فرمان پر ٹھیک اترے) ...... اس موضوع پر ڈھیروں اقوال ہیں مگر خوف طوالت دامن گیر ہے۔ اس مختصر بیان سے واضح ہوگیا کہ شریعت کیا ہے ......؟ اور معرفت و ولایت کیا ......؟ یہ سمجھ لیجئے کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کا دوسرے سے علاحدہ ہونا سوچا نہیں جا سکتا ہے

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

بیعت وارادت

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ خانقاہ رحمان پور شریف میں ایک بڑے جید عالم، شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کے سایۂ کرم میں زندگی گذار رہے تھے۔ کبھی اپنے استاذ محترم کے علمی کمالات کی طرف نگاہ اٹھتی اور کبھی اس شیخ کامل کے زہد و تقویٰ پر نظر جاتی اور کبھی ان کی شرعی زندگی پر غور کرتے، دن رات جلووں کی بارش ہوتی، اور شاہ شرف اس نور کی بارش میں نہاتے ...... ساتھ ہی ساتھ سفر میں بھی ہمراہ ہوتے خصوصاً عرس کے موقع پر زائرین کا ہجوم، مریدوں کی عقیدت مندی اور ملنے جلنے والوں کی شیفتگی کا مشاہدہ کرتے۔ شاہ شرف کے دل میں یہ تمنا انگڑائی لینے لگی کہ اب اسی مرشد برحق سے شرف بیعت حاصل کر لینا چاہئے ...... اس نیک تمنا کا اظہار جب آپ نے شاہ حفیظ الدین قدس سرہ سے کیا تو آپ نے فرمایا ''بہتر ہے کل بعد نماز ظہر سلسلہ میں داخل ہو جانا'' ...... چنانچہ شاہ حفیظ الدین قدس سرہ حسب معمول نے دوپہر کا کھانا تناول فرما کر تھوڑی دیر قیلولہ کیا اس کے بعد خادم بارگاہ نے وضو کا پانی حاضر کیا آپ نے وضو فرما کر ظہر کی سنتیں پڑھیں خدام و حاضرین نے بھی سنتیں ادا کیں اتنے میں کچھ لوگ اور بھی حاضر آستانہ ہوئے انہوں نے

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

دیکھا کہ ظہر کی سنتیں ادا کی جارہی ہیں وہ بھی وضو کرکے سنتیں پڑھنے لگے۔ اتنے میں تکبیر ہوئی اور سب فرض ظہر کیلئے کھڑے ہو گئے۔ جب نماز ختم ہوگئی تو آپ اسی جگہ تشریف فرما ہو گئے اور آنے والوں کی خیریت دریافت کرنے لگے کسی نے دعا کیلئے کہا اور کسی نے تعویذ طلب کیا اور کچھ لوگوں نے بیعت وارادت کی خواہش ظاہر کی ------ دعا وتعویذ کے بعد آپ نے شرف کو آواز دی ----- ! "شرف! یہاں آکر بیٹھ جاؤ" ----- شاہ شرف بیٹھ گئے حضرت نے اپنا رومال شرف کے ہاتھ میں دے کر فرمایا ------ "جو لوگ بیعت کے ارادہ سے آئے ہیں وہ بھی اس رومال کو تھام لیں" ------ پھر حضرت نے چند کلمات ادا فرمائے اور دعا کی ----- اس طرح شاہ شرف الدین ایک شیخ وقت، مرشد زمانہ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ کے سلسلہ میں داخل ہو گئے

شاہ شرف فرائض بندگی کے ساتھ شیخ کی خدمت گزاری بھی کرتے اور حصول علم میں بے پناہ جدوجہد کرتے تھے چنانچہ ابتدائی درجہ کی جو کتابیں شروع کرائی گئی تھیں وہ محض تین مہینہ کے عرصہ میں مکمل کرلیں اور صلاحیت بھی اچھی پیدا کرلی، جبکہ دوسرے طلباء انہیں کتابوں کو چھ مہینے کی مدت میں بھی مکمل نہ کرسکے حضرت شاہ حفیظ الدین کی چشم باطنی واتھی وہ دیکھ رہے تھے کہ شاہ شرف بیحد ذہین وذکی ہے عربی تعلیم کا بے پناہ شوق رکھتا ہے اور بہت زیادہ عرق ریزی ومحنت سے کام لے رہا ہے اس لئے اگر ذوق وشوق کا یہی حال رہا اور جدوجہد اسی طرح جاری رہی تو ایک دن یہ بڑا عالم دین بن کر نکلے گا مگر ملازمت وازدواجی زندگی اس کی راہ میں حائل ہے۔ یہی سوچ کر ایک دن آپ نے شرف سے فرمایا ------ "تمہاری تعلیمی سرگرمی ایک ماہ سے جاری ہے ذرا پورنیہ چل کر دیکھو تو کہیں ملازمت ختم تو نہیں ہوگئی ہے" ------ "حضور میں استعفاء دیکر آگیا ہوں" ------ "اگر استعفاء دیکر آئے ہو تو کیا اہل وعیال کی خبر گیری بھی نہیں کروگے ------ ؟ اہل وعیال کی خبر گیری، بال بچوں کی پرورش بھی تو ایک دینی فریضہ ہے ----- چل کر دیکھو تو کیا ہوا ہے ------ چنانچہ آپ خانقاہ شریف سے سیدھے پورنیہ پہونچے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ملازمت ابھی تک برقرار ہے ------ اتنی لمبی غیر حاضری کے بعد بھی ملازمت کا باقی رہ جانا ایک حیرت انگیز بات تھی ------ اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ رجسٹر حاضری میں آپ کی حاضریاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ روایت اگر درست ہے تو بزرگان دین کی نگاہ کرم سے ایسا ہو جانا کچھ بعید نہیں کہ ان نفوس قدسیہ کی کرامت، ایک حقیقت ہے ------ بہر حال آپ پھر بھی اس ملازمت کی طرف مائل نہ ہوئے اور ترک ملازمت کا ایک حتمی فیصلہ کرکے خانقاہ شریف اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے "اگرچہ ملازمت ابھی تک برقرار ہے مگر میں نے دل میں یہ قطعی اور آخری فیصلہ کرلیا ہے کہ جب تک علوم عربیہ کی تکمیل نہ ہو جائے ملازمت کا خیال دل میں نہ لاؤں گا" ------ پھر تو آپ نے اگلے درجہ میں پڑھائی جانے والی صرف ونحو

منطق وفلسفہ کی کتابیں شروع کردیں اور انتہائی دل جوئی ومغز سوزی سے مطالعہ کرتے رہے، شب وروز گذرتے رہے اور آپ تعلیمی انہماک کے ساتھ شیخ واستاد کی فرمانبرداری، خدمت گذاری اور خانقاہ شریف کی ہر ضرورت بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ آپ کی خدمت گذاری کا یہ عالم تھا کہ شام تا صبح اور دن بھر کے معمولات شیخ تھے ہر چیز کا خیال رکھتے اور بجالاتے بایں طور کہ دوسرے خدام کو موقع نصیب نہ ہوتا ...... شیخ کو کسی شدید ضرورت کی بنا پر صبح سویرے ہی کہیں جانے کی نوبت آجاتی تو آپ لمحہ فرصت نکال کر اپنا سبق پڑھ لیتے، یوں آپ کا سبق ناغہ بھی نہیں ہو پاتا ...... علمی مصروفیت اور استغراق مطالعہ کی وجہ سے اب کی دفعہ آپ نے سالانہ نصاب کی کتابیں چھ مہینے کے عرصہ ہی میں مکمل کرلیں اور ٹھوس علمی استعداد بھی پیدا کرلی۔ اس قدر انہماک ومصروفیت کے باوجود بھی خانقاہی مراسم وآداب، لوگوں سے ملنے جلنے کے طور طریق اور اپنے بیگانے سے اخلاق ومروت میں کوئی کمی پیدا نہ ہوئی ...... حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ نے جب آپکا علمی جوش وخروش، استغراق اور عمدہ تعلیمی ذوق دیکھا تو شش ماہی کے بعد اگلے درجہ کی کتابیں شرح جامی، شرح وقایہ، ملاحسن، ہدیہ سعیدیہ وغیرہا کتب درسیہ شروع کرادی اسطرح آپ مہینوں کا سفر ہفتوں میں طے کرتے رہے اور منزل بہ منزل آگے بڑھتے رہے ...... شیخ ربانی حضرت شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ کے حلقہ ارادت میں آجانے کے بعد آپ کی دنیا ہی بدل گئی ذوق وشوق میں تازگی پیدا ہوگئی اور وفور کیف ومستی سے ذات شیخ میں گم ہوگئے۔ خدمت گذار، وفا شعار، اور فرماں بردار غلام کے قالب میں ڈھل گئے کیونکہ آپ جانتے تھے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اور یہ خدمت کا ہی تو صلہ تھا کہ آپ منزل بمنزل بڑے تیز گام رہے دو مہینے کا تعلیمی سفر ایک ماہ میں، چھ مہینے کی تعلیمی مسافت تین مہینے میں اور سال بھر کے تعلیمی فاصلے صرف چھ مہینے میں طے کرتے رہے ...... منزلیں دور ضرور تھیں مگر فاصلے بہت ہی کم تھے۔ اور آپ نے بڑی ہی سرعت کے ساتھ یہ فاصلہ طے کرلیا۔ دراصل قطب ربانی حضرت حفیظ الدین قدس سرہٗ نے پورنیہ میں اپنی پہلی ملاقات کے وقت آپکا انتخاب فرما کر اپنا گرویدہ بنا دیا تھا چنانچہ علم عربی کی طرف آپکا میلان، ملازمت سے استعفاء، اہل وعیال سے کنارہ کشی، عربی تعلیم کی محویت اور شیخ کی عقیدت میں گم ہو جانا یہ سب کچھ اسی نگاہ ذرہ نواز کا کرشمہ تھا جو ذرہ کو سورج کا ہمدوش بنادے اور خاک کو کیمیا اثر کردے ...... خدمت مرشد وشیخ کے سلسلہ میں خانقاہ شریف میں یہ واقعہ پیش آیا۔

واقعہ:۔ حضرت مولانا شاہ شرف الدین گانگی اور مولانا عابد حسین چندی پور دونوں ہم عصر اور خانقاہ کے

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

خدمت گذاروں میں تھے ایک روز دونوں نے یہ مشورہ کیا کہ شیخ کے بیت الخلا میں بڑا تعفن پیدا ہو گیا ہے ا بڑی گندگی ہے آج رات اسکی صفائی کر دی جائے اور خوشبو کا چھڑکاؤ کر دیا جائے تاکہ تعفن دور ہو جائے چنانچہ رات آئی اور خوابیدہ ماحول کے سناٹے میں دونوں حضرات نے اس کام کو انجام تک پہونچا دیا صبح وقت جب شیخ رفع حاجت کے لئے گئے تو دیکھا کہ بیت الخلا صاف ستھرا ہے سوچنے لگے کہ یہ کام شرف و عابد کے سوا کون کرسکتا ہے ..... یقیناً ان ہی دونوں کا کام ہے ..... صبح ناشتہ کے بعد حسب معمول جب آپ اپنی م پر تشریف فرما ہوئے خدام و حاضرین بھی موجود تھے کچھ دیر میں چند حاجت مند آگئے آپ نے چائے طلب چائے آگئی چائے نوشی کے درمیان لوگوں کے مسائل پر گفتگو کرتے رہے جب گفتگو سے فارغ ہوئے تو آپ نے انتہائی جوش میں آکر فرمایا ..... ''مشرف، مشرف ہے اور عابد، عابد ہے'' جملہ معنی خیز تھا سمجھ میں نہ آیا۔ شاید آپ کی مراد یہ تھی کہ اگر کوئی عبادت گذار بندہ دیکھنا چاہے تو عابد کو دیکھے۔ اور شرف و بزرگی کا خواہاں ہو تو شرف کے طریقہ پر چلے۔ شیخ روشن ضمیر تھے مستقبل کی طرف نگاہ تھی۔ چنانچہ مولانا عابد حسین چندی پوری، دیوبندی تبلیغی کی طرح عبادت کرتے رہے، عبادت و ریاضت کا ڈھنڈورہ پیٹتے رہے، اپنے بیٹے کو دیوبندی مکتبہ خیال سے وابستہ کر دیا اور دل سے اس باطل فرقہ کی حمایت کرتے رہے (العیاذ باللہ) اس کے برخلاف حضرت مولانا شرف الدین گانگی کو شرف و بزرگی ملی۔ اہل سنت و جماعت کی حمایت و تبلیغ کرتے رہے اور جب تک اپنی حیات ظاہری میں رہے مولانا منور حسین التاباڑی اس آفتاب ولایت کی روشنی کے سامنے ٹمٹماتے رہے اپنے دیار و اطراف میں ابھر نہ سکے۔ اچھا شیخ، مرشد کامل اور اچھی خانقاہ نصیب ہو جائے تو انسان کو عروج و کمال تک پہونچنے میں دیر نہیں لگتی۔ شاہ شرف الدین کو خانقاہ رحمٰن پور میں یہ دونوں چیزیں میسر تھیں ایک اچھی فیض گاہ اور ایک اعلیٰ درسگاہ۔ جہاں ان کی روحانی تربیت ہو رہی تھی وہیں علوم سے بھی مالا مال سے کیا جا رہا تھا۔ حضرت شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ اپنے شاگرد رشید کو ہر زاویہ نظر سے دیکھ رہے تھے ذہانت و فطانت بھی سامنے تھی، محنت استغراق کا حال بھی معلوم تھا اور صلاحیت و استعداد کی بھی انہیں خبر تھی ..... اور یہ بھی ان کے علم میں تھا کہ شاہ شرف کی علمی صلاحیت اتنی ہو چکی ہے کہ مطالعہ سے کتابوں کے مفاہیم و معانی اخذ کر سکتے ہیں۔ سالانہ درسی کتابیں جو شروع کرائی گئی تھیں وہ بھی چھ مہینے کی مدت میں تکمیل کو پہونچ گئیں لہٰذا شیخ ربانی و استاذ گرامی نے یہ خیال فرمایا کہ اب مزید وقت صرف کرانا کچھ زیادہ مفید نہیں ..... ہاں اگر دورۂ حدیث کی کتابوں میں محنت کرائی جائے تو جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہو سکتی ہے ..... چنانچہ دورۂ حدیث میں صحاح ستہ کی کتابیں بخاری شریف مسلم شریف، ترمذی شریف، ابو داؤد شریف، ابن ماجہ شریف اور نسائی شریف شروع کرادی گئیں۔ چونکہ یہ

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

فراغت کا سال تھا اس لئے آپ درسی کتابوں کے مطالعہ میں بیحد منہمک رہے رات رات بھر کتب بینی کا شغل جاری رہا...... غرض کہ کچھ تو آپ کی اپنی محنت تھی کچھ استاذ گرامی کی عنایت گویا پڑھایا نہیں بلکہ نگاہوں سے پلا دیا۔ اس طرح آغاز تعلیم سے سال فراغت تک کل ستائیس مہینے کا عرصہ لگا......

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

آخر کیوں نہ ہو کہ خانقاہ شریعت وطریقت کا سنگم تھی، فیض باطنی کے ساتھ علم ظاہری سے بھی آراستہ کیا جاتا تھا۔ اس ذات کی نگاہ کیمیا اثر کا فیضان تھا جو ایک طرف علم شریعت کا دریا تھی تو دوسری جانب مقام ولایت پر فائز تھی...... یہ وہ شیخ کامل اور متبحر عالم تھے جنہوں نے سہسرام کی ایک بہت ہی مشہور درسگاہ میں تیس سالوں تک مسند تدریس پر صدر کی حیثیت سے علمی لعل وگوہر لٹایا...... حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ رئیس و زمیندار گھرانے کے پروردہ تھے اور انگریزی تعلیم یافتہ...... انگریزی تعلیم کے بعد انہیں پیشکاری کی ملازمت بھی حاصل ہوگئی رشتۂ ازدواج سے بھی منسلک ہوچکے تھے ان ساری چیزوں کے حاصل ہوجانے کے باوجود انہیں آسودگی نہ ملی تسکین خاطر نہ ہوئی...... وہ دینی تعلیم سے آراستہ ہونا چاہتے تھے۔ وہ عربی علوم سیکھنا چاہتے تھے اس عظیم مقصد زندگی کی خاطر انہوں نے ملازمت چھوڑ دی، اہل وعیال سے یکسر غافل ہوگئے اور فرش مخمل کو چھوڑ کر بوریا نشین ہوگئے آخر کار انہیں عظیم مقصد حاصل ہوگیا جس کی تلاش میں وہ گھر سے نکلے تھے...... آج انکی دنیا بدل چکی تھی وہ انگریزی تعلیم یافتہ ہوتے ہوئے بھی ایک جید عالم دین تھے، رئیس زادہ ہونے کے باوجود ایک خاک نشین درویش اور شیخ کامل تھے......

خلافت واجازت

سرکاری ملازمت سے علاحدگی، اہل وعیال سے بےتعلقی اور دو سال سے زائد عربی علوم کی طلب وتحصیل کی اس مشغولیت کے احوال کی شکایت گانگی اسٹیٹ سلام پور کے حاجی قمر الدین رجسٹرار کے ذریعہ آپ کے پیر ومرشد حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ تک پہونچ گئی پ کے سسرال والے یہ جنون محبت دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ اس رئیس زادے اور زمیندار گھرانے کے پروردہ کو آخر کیا ہوگیا ہے کہ ایک فقیر کے عشق ومحبت میں گرفتار ہوگیا ہے۔ یہ بات رئیسانہ مزاج اور زمیندارانہ طمطراق کے خلاف تھی اور اہل وعیال الگ پریشان تھے...... رحمان پور شریف کے سالانہ عرس کے بعد حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ اپنی مسند پر جلوہ فگن تھے، خدام وحاضرین بھی موجود تھے اور آپ کے خلفاء بھی!...... نہ جانے آپ پر کیا کیفیت طاری ہوئی کہ آپ نے شرف کو آواز دی جب شرف حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ''بیٹھ جاؤ''...... جب

شرف بیٹھ گئے تو آپ اس طرح لب کشا ہوئے...... ''آج میں تم کو خلافت واجازت عطا کرتا ہوں''...... پھر آپ نے ارشاد فرمایا...... ''یہ بہت بڑی ذمہ داری کی چیز ہے، یہ ایک آئینۂ وفا ہے اسے ٹھیس نہ لگے اس ذمہ داری میں کسی قسم کی کوتاہی یا کمی نہ کرنا، علاقہ میں دورہ کرتے رہنا، لوگوں کی دلجوئی بھی کرنا ہے اور انہیں رشد و ہدایت بھی کرنا ہے۔ مرید بھی کرنا اور اپنے اہل وعیال کی خبر گیری بھی کرتے رہنا''

ایک بار شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ علاقہ گوال پوکھر جو اس وقت ضلع پورنیہ ہی کا ایک حصہ تھا، تشریف لے گئے سفر میں شاہ شرف الدین بھی ہمراہ تھے، علاقہ سے گذرتے ہوئے جب ایک جان نثار مرید کے گھر فروکش ہوئے تو قرب و جوار میں حضرت کی تشریف آوری کی خبر پھیل گئی اور اہل عقیدت جوق در جوق حاضر خدمت ہونے لگے سب کا ارادہ سلسلہ میں داخل ہونے کا تھا مگر سب کے دلوں میں یہ آرزو پنہاں تھی کہ اگر شاہ حفیظ الدین کے بجائے شاہ شرف الدین سے شرف بیعت حاصل ہوجاتا تو ہمارے لئے یہ بہتر ہوتا۔ کیونکہ گانگی قریب اور رحمان پور دور...... شدہ شدہ یہ خبر حضرت شاہ حفیظ الدین تک پہونچی تو آپ نے فرمایا...... ''جو لوگ بیعت کے ارادہ سے آئے ہیں وہ شاہ شرف سے ہی بیعت حاصل کریں''...... چنانچہ شاہ شرف کو آپ نے اپنے پاس بٹھایا اور سلسلہ میں داخل کرنے کیلئے فرمایا۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے تقریباً چالیس آدمیوں کو داخل سلسلہ کرلیا اور شاہ حفیظ الدین نے دعا فرمائی...... اس کے بعد شاہ شرف الدین مکمل طور پر پیر ومرشد کی اجازت سے گھر تشریف لائے اور علاقہ میں بیعت وسلسلہ کا کام جاری کیا

صد سالہ دور چرخ تھا ساقی کا ایک جام
نکلے جو میکدہ سے تو دنیا بدل گئی

بائسی تشریف آوری

چندر گاؤں اور نیا ٹولی کا جغرافیہ انقلاب زمانہ اور دریا برد ہونے کی وجہ سے بدل چکا ہے، امیر الدین گروجی نیا ٹولی کے باشندہ تھے۔ انہوں نے بھی خانقاہ رحمان پور میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اس وقت کی بات ہے جب حضرت شاہ شرف الدین قدس سرہ کی اس خانقاہ سے فراغت ہو چکی اور وہ ارادت وخلافت سے شرف یاب ہو چکے تھے اور اپنے وطن مالوف گانگی آچکے تھے۔ امیر الدین گروجی کی نگاہ میں حضرت کی شخصیت بلند تھی اس لئے انہوں نے چندر گاؤں والوں کو بتایا کہ وہ بہت بڑے بزرگ ہیں، انہیں دعوت دیکر لانا چاہئے...... گاؤں والے اس بات پر رضامند ہوگئے...... اس زمانے میں آمد ورفت کے وسائل محدود تھے واحد سواری ٹرین تھی جس کے ذریعہ لوگ آنا جانا کیا کرتے تھے۔ امیر الدین گروجی حضرت کو دعوت دے کر تو چلے آئے، اب انہیں گھر تک

لانے کا مسئلہ تھا حضرت ٹرین کے ذریعہ دلکولہ تک آسکتے تھے مگر وہاں سے گھر تک لانے کیلئے سوائے بیل گاڑی کے دوسری صورت نہ تھی۔ لہٰذا امیر الدین مرحوم بیل گاڑی لیکر دلکولہ تک پہونچے اس اثناء میں ٹرین آگئی اور حضرت اپنے مخصوص لباس، سادہ پیرہن، سادہ ٹوپی اور گلے میں نارنگی رنگ کا رومال ڈالے دکھائی دیئے تعارف ہوا اور حضرت بیل گاڑی پر سوار ہوکر نیاٹولی تشریف لائے جو اس علاقے کا پہلا دورہ تھا۔

امیر الدین گروجی نے پہلے ہی سے گاؤں والوں کو مرید ہونے کی ترغیب دے رکھی تھی، حضرت تشریف لائے، رات اسی گاؤں میں قیام رہا اور سارے گاؤں والے آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہوگئے۔ صبح ہوئی تو حضرت نے یاد دلایا کہ آج غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں شریف ہے فاتحہ ہونا چاہئے۔ بروقت شیرنی کا انتظام ہوا اور فاتحہ کیا گیا، آج تک گیارہویں شریف کی محفل وہاں منعقد ہوتی ہے۔ دوسرے دن حضرت چندر گاؤں تشریف لائے اور سارا گاؤں سلسلہ میں داخل ہوگیا۔ دوسرے سال محرم کے موقع پر میاں طوفانی مرحوم حضرت کی دعوت کیلئے گانگی حاضر ہوئے اور حضرت عین عاشورہ کے دن تشریف لائے یہاں دسویں محرم کا فاتحہ نہیں ہوتا تھا آپ نے اس کی بنیاد رکھی جو آج تک قائم ہے۔ چندر گاؤں کی دھرتی پر حضرت کا آنا جانا برقرار رہا خصوصا محرم کے موقع پر ضرور قدم رنجہ فرماتے۔ ایک دفعہ قاری مشیت اللہ مرحوم نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم لوگ یہاں مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں یہ بات سن کر حضرت نے ذرا دیر توقف فرمایا پھر یوں لب کشا ہوئے "مدرسہ چلانا کوئی آسان کام نہیں"...... مگر قاری مشیت اللہ مرحوم بڑے جذباتی شخص تھے پیہم اصرار کرتے رہے آخر کار حضرت نے مدرسہ قائم کرنے کی اجازت دیدی، شروع میں حضرت مولانا عباس مرحوم جن کی نئی نئی فراغت تھی ان کا تعلیمی خدمت پر تقرر ہوا ایک مکتب کی شکل تھی جس میں بچے تعلیم حاصل کررہے تھے پھر کچھ عرصہ کے بعد حافظ محمد ابراہیم مرحوم جو حفظ مکمل کرکے آئے تھے ان کا بھی مدرسہ میں تقرر ہوگیا لیکن ابھی تک مدرسہ کا باضابطہ قیام عمل میں نہیں آیا تھا۔ چندر گاؤں سے متصل چکلہ گاؤں یہ دونوں گاؤں اس ضرورت کو محسوس کررہے تھے اور باہمی تعاون سے مدرسہ قائم کرنے کا جذبہ رکھتے تھے جس کیلئے مستقل جگہ کی تلاش تھی جس قطعہ زمین پر مدرسہ قائم کرنا چاہتے تھے وہاں ہریجنوں کی آبادی تھی ...... بہرحال کسی نہ کسی طریقہ سے ہریجنوں کو وہاں سے منتقل کردیا گیا اور اس وقت جہاں مدرسہ قائم ہے باضابطہ مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اور حضرت کے مشورہ سے اس کا نام "جامع العلوم شرفیہ" رکھا گیا جو ابھی تک اسی نام سے قائم ودائم ہے

تعمیر خانقاہ

کسے کہ تشنۂ وصل است با کوثر نمی سازد
بآب خضر گر عاشق رسد لب تر نمی سازد

جو شخص وصال یار کا پیاسا ہوتا ہے وہ آب کوثر سے جی نہیں بہلایا کرتا یا اسے سیرابی حاصل نہیں ہوا کرتی عاشق کو اگر آب حیات مل جائے تو اس سے لب تر نہیں کرتا .... یہی حال تھا حضرت مولانا شرف الدین قدس سرہٗ کا آستانۂ شیخ و مرشد چھوڑ کر اپنے گھر آچکے تھے مگر محبوب کے دیدار کے لئے دل بے چین رہتا، اس بارگاہ کی حاضری و خدمت گذاری کا جذبہ دل کو بے قرار رکھتا تھا .... آخر کار ایک دن اچانک تکیہ شریف رحمن پور حاضر ہو گئے اور اپنے دل کی خواہش ظاہر کی اور عرض کرنے لگے کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اپنی زمین کو فروخت کر کے حضور کے آس پاس ہی اپنے گذارہ کی جگہ بنا لیتے اور شب و روز خدمت میں گذارتے .... پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا .... ''تمہارے بارے میں شکایت پہونچی ہیکہ تم نے سرکاری ملازمت چھوڑ دی اور دو سال تک اہل و عیال کی طرف توجہ نہ دی ان کی خبر گیری نہ کی سسرال والے تم سے بہت ناراض ہیں تمہارا سب کام ٹھیک ہو جائیگا اور زندگی گذارنے کی صورت وہیں پیدا ہو جائیگی تم گھر چلے جاؤ اور ہم ہفتہ، عشرہ بعد گانگی آ رہے ہیں''

چنانچہ حسب وعدہ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ حاجی قمر الدین رجسٹرار کے گھر تشریف لائے حسن اتفاق سے موصوف گھر پر موجود تھے بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور پھر وہی شکایت دہرائی اور عرض کرنے لگے ...... اپنی ہی برادری میں جناب کفیل الدین احمد مختار کے واسطہ سے شرف الدین کی شادی برادری کی چچازاد بہن سے یہ سوچ کر کی گئی تھی کہ لڑکا تعلیم یافتہ ہے پورنیہ کورٹ میں ملازمت کر رہا ہے اور اہل خاندان میں سے ہے رشتہ تو ہو گیا، خوشگوار زندگی بھی آئی، آل و اولاد بھی ہوئے۔ مگر انہیں کیا جنون پیدا ہو گیا یا آپ نے کون سا نشہ پلا دیا کہ ملازمت سے استعفاء دیدیا اور تحصیل علم عربی کی خاطر اہل و عیال کی خبر گیری بھی نہ کی کہ وہ کس حال میں ہیں اور کس طرح ان کی زندگی بسر ہو رہی ہے ...... ؟ حضرت شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ نے یہ باتیں سنیں اور فرمایا جو ہونا تھا وہ ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ اب ایسا نہ ہوگا اب بہتر زندگی گذرے گی شرف میں بڑی صلاحیت موجود ہے وہ ایک دینی ادارہ قائم کر کے اسے فروغ دے سکتا ہے اگر اسے تھوڑی سی زمین دستیاب ہو جائے ...... ویسے میں کہوں گا کہ آپ تو زمیندار ہیں تھوڑی سی زمین عنایت کر دیجئے جو بیکار قسم کی ہو اور اس میں کاشت وغیرہ نہ ہوتی ہو اور مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے گھر قریب ایسی کافی اراضی پڑی ہوئی ہے جس میں پیداوار نہیں

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

ہوتی ...... صرف تھوڑی سی زمین شرف کے حوالہ کردیں ادارہ قائم ہوجائیگا اور دینی خدمت ہوتی رہے گی جب تک ادارہ باقی رہے گا ثواب جاری رہے گا اور یہاں تو گھنی آبادی ہے بہت جلد ادارہ فروغ پائیگا۔
اس تقریر پر حاجی قمرالدین رجسٹرار رضامند ہوگئے حضرت نے فرمایا کہاں ہے وہ زمین جہاں پیداوار نہیں ہوتی ذرا چل کر دیکھیں تو زمین کی حالت ...... غرض کہ حضرت موصوف کو ہمراہ لے کر چلے تھوڑی ہی دور پر وہ زمین تھی جب اس زمین پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ یہاں دس بیگھہ اراضی کا پلاٹ ہے اس میں سے تھوڑی سی زمین سڑک کے جنوبی حصہ میں ہے جہاں پر ابھی خانقاہ قائم ہے۔ یہ زمین حاجی قمرالدین نے ادارہ قائم کرنے کیلئے عنایت کردی ...... یاد رہے کہ احاطۂ خانقاہ میں حاجی موصوف کی عنایت کردہ زمین کے علاوہ شاہ شرف کی اہلیہ محترمہ کی کچھ موروثی زمین اور مریدین کی کچھ بدلین زمین بھی شامل ہے۔
بہر کیف! اس درمیان حضرت شاہ شرف اپنے پیر ومرشد کیلئے کھانے کا انتظام کرچکے تھے پیر ومرشد کی خواہش تھی کہ حاجی موصوف بھی کھانے میں شریک ہوں لہٰذا ان کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی کھانا حاضر ہوا اور سب نے تناول فرمایا ...... حاجی قمرالدین نے اپنی زمین ایک ادارہ بنانے کے لئے عطا کی تھی وہ خود ایک تعلیم یافتہ تھے زمین دار اور صاحب ثروت تھے اسٹیٹ والے تھے مکان ومحل اور زمیندارانہ طمطراق رکھتے تھے مگر آج وہ نہ تو زندہ ہیں نہ انکی زمین داری باقی ہے اور نہ اسٹیٹ کا کروفر موجود ہے اب ان کے نام ونشان بھی مٹتے چلے جارہے ہیں یہ سب دنیا کی بے ثباتی ہے۔ ع زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے
اس کے برعکس حضرت شاہ شرف الدین قدس سرہٗ اگرچہ زمیندارانہ ماحول کے پروردہ تھے لیکن انھوں نے امیری ترک کرکے فقیری اختیار کی، مالداری کو خیر آباد کہا اور درویشی کو پسند فرمایا دنیاوی مال ومتاع کو حقیر وذلیل سمجھا اور دین کی راہ پر چل پڑے، شریعت کو اپنایا، معرفت کو گلے لگایا ...... چونکہ دین زندہ ہے اور شریعت باقی تو آج شاہ شرف الدین بھی زندہ ہیں اور انکی خانقاہ بھی تابندہ ہے وہ وصال کے بعد بھی سیکڑوں ہزاروں دلوں میں مقام رکھتے ہیں کیونکہ وہ عاشق صادق تھے پابند شرع تھے اور فنائی الشیخ۔ ع در سینہ ہائے مردم عارف مزار ما

تعمیر مسجد

حصول اراضی کے بعد حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ کے دل میں پہلے تعمیر مسجد کا خیال پیدا ہوا ان کے ذہن میں بہت ہی خوبصورت اور عالی شان مسجد تعمیر کرنے کا نقشہ موجود تھا اس نقشہ کو خارجی شکل دینے کے لئے کثیر رقم کی ضرورت تھی اور کافی وقت درکار تھا ...... خانۂ خدا کی تعمیر کا منصوبہ لیکر حضرت بنفس نفیس علاقہ

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

دورہ کر کے چندہ فراہم کرنے لگے اور جب اتنی رقم فراہم ہوگئی جس سے بھٹہ لگایا جا سکے تو اینٹ کے بھٹے لگا۔ گئے اور جلد ہی اینٹیں تیار ہو گئیں اب راج مستری کی ضرورت تھی تو اس وقت مسلمان راج مستری کمیاب تھے۔ اگر تھے تو فنکارانہ صلاحیت نہیں رکھتے تھے اس لئے راج مستری میوہ لال کو ۱۰۰ مزدوروں کے ساتھ آنے کی بذریعہ خط اطلاع بھیجی اور تعمیر سے متعلق ساری باتیں خط میں لکھ دی گئیں ...... چنانچہ ہفتہ، عشرہ کے اندر راج مستری اور مزدور آپہونچے سنگ بنیاد کے وقت حاجی قمر الدین کو بھی بلوایا گیا اور ان سے دوبارہ اجازت لیکر بنیاد رکھی گئی خدا کی شان دیکھئے کہ ہفتہ، عشرہ میں ہی مسجد کرسی تک پہونچ گئی اور بروقت رہنے سہنے کے لئے شمالی حصہ میں ایک پھوس کا مکان کھڑا کر دیا گیا۔ کام کا آغاز ہو گیا لیکن پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے زرکثیر کی ضرورت تھی لہٰذا رقوم کی فراہمی کے لئے حضرت نے اپنے مریدین و متعلقین کو رسیدیں حوالہ کیں کہ وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں جا کر رشتہ داروں اور دوستوں سے چندہ لیں اور خود بھی آس پاس کے گاؤں میں تشریف لے گئے اہل خیر و اہل ثروت سے چندہ حاصل کیا۔ غرض کہ اس کارخیر کے لئے دن بھر محنت کرتے اور شام کو فراہم کردہ رقم سے راج مستری اور مزدوروں کی اجرت دیتے اس سعی پیہم اور جہد مسلسل کا نتیجہ یہ نکلا کہ چھ ماہ کی مدت میں دیواریں کھڑی ہو گئیں سائبان کے محرابی ستون تیار ہو گئے اور مینارے بھی بن گئے ...... اتفاق سے جب حاجی قمر الدین رجسٹرار تعطیل میں گھر آئے تو وہ عالیشان مسجد کی تعمیر دیکھ کر باغ باغ ہو گئے اور نہایت مسرور ہو کر یکصد روپے عنایت کر دیئے جس کی حیثیت فی زمانہ ہزار روپے سے کم نہیں ...... چھت اور گنبد کا کام ابھی باقی تھا اس میں کافی رقم کی ضرورت تھی اس لئے چندہ کی فراہمی کی غرض سے دور دراز علاقوں کا سفر کرنا پڑا حضرت نے خانۂ خدا کی تعمیر میں حصہ لینے کے لئے اپنی زوجۂ محترمہ کو بھی دعوت دی اور وہ نیک خاتون بھی سو روپے اور کچھ نقد رقم دیکر مستحق اجر ہوئیں اس طرح رقم فراہم ہوتی رہی ...... چھت اور گنبد کی ساخت بڑا اہم معاملہ تھا اسکا قالب تیار کرنا اور قالب کیلئے تختوں کی فراہمی بہت دشوار گذار مرحلہ تھا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کیلئے حضرت نے بانسی کا دورہ کیا اور چندر گاؤں اپنے حلقۂ مریدین میں پہونچے اور انھیں خانۂ خدا میں حصہ لینے کی دعوت دی آپ نے فرمایا کہ مسجد چونکہ گنبدوں کی بن رہی ہے اسلئے پہلے اسکا قالب تیار ہوگا اور قالب کیلئے تختوں کی ضرورت ہے جانثار مریدین تھے اور خانۂ خدا بننے کا سوال تھا اس وقت درختوں کی کمی نہیں تھی ایک بڑا اقدام کا تجویز میں آیا گاؤں میں آرہ مستری بھی تھے لہٰذا درخت کٹ گیا تختے نکالے گئے اور بیل گاڑی کے ذریعہ کاگر پہونچا دیے گئے ...... اس طرح چھت اور گنبد کا کام انجام پاتا رہا اور مسلسل تین مہینے میں گنبد، سائبان اور آذان خانہ کی چھت پایۂ تکمیل تک پہونچی اس کے بعد مسجد کے اندرو باہر اور سائبان کا پلاسٹر، فرش اور باہری صحن

کا کام ہوا پھر مینارے بنے اور نقش ونگار سے تزئین کاری ہوئی اور چھ مہینے کی طویل مدت میں ایک پرشکوہ جلال اور عالی شان مسجد بن کر تیار ہوگئی ...... یہ مسجد کب مکمل ہوئی ......؟ اس بارے میں مسجد کی پیشانی حضرت کے جو اشعار لکھے ہوئے ہیں ان سے کچھ سراغ لگایا جاسکتا ہے جو حسب ذیل ہیں

بلطف خدائے حفیظ و لطیف — معمر شد ایں جامع مسجد شریف
سنہ بنی گشت ایں حفیظی شرف — نشد باچنوں مسجد پر شرف

سنہ الجمعۃ الاولیٰ نصف ماہ بقرعید

خدارا بہ زمان باشیم ساجد — زفضلش شد مرتب جامع مسجد
حفیظی گشت سال ایں عمارت — الا بے مثل بین داعیات

رہی آذان خانہ پر تعمیر گنبد کی بات تو وہ حضرت کے وصال کے کافی عرصہ بعد مریدین ومتوسلین نے تعمیر کرایا اور اس کا کام ۱۴۰۳ھ میں مکمل ہوا جس کی تکمیل پر راقم السطور نے یہ شعر کہا ہے

بر ایں تکمیل چوں تاریخ جستم
"گل تاریخ اسلامی" بگفتم
۱۴۰۳ ہجری

"گل تاریخ اسلامی" سے سال تکمیل نکلتا ہے۔

سماع خانہ وعرس

آپ کے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مسجد کی تکمیل کے بعد ایک خاص پھوس کا مکان بنام "محفل سماع خانہ" بنادینا اور دادا پیر حضرت خواجہ شاہ لطیف علی قدس سرہ کی تاریخ وصال پر سالانہ عرس کرکے ثواب رسانی کرنا ...... تعمیل ارشاد کرتے ہوئے آپ نے ایک چھوٹا سا پھوس مکان جنوبی حصہ میں بنوایا اور اسکا نام سماع خانہ رکھا۔ آپ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ کو دادا پیر کا عرس سراپا قدس اپنے پیر ومرشد کے طریقے پر منعقد کیا کرتے تھے ...... دو ایک سال کے بعد جب عرس شریف کی شہرت پھیل گئی اور کثیر تعداد میں لوگ شریک عرس ہونے لگے تو سماع خانہ کا چھوٹا سا مکان ناکافی ہوگیا اور توسیع کی ضرورت

محسوس ہوئی حضرت نے مخصوص مریدین کواس بات کی توجہ دلائی اور توسیع کیلئے چندہ فراہمی کی بات رکھی تاکہ عرس وسیع پیمانے پر منایا جاسکے...... غرض تھوڑے عرصہ میں خاصی رقم فراہم ہوگئی اور سماع خانہ کی اس انداز میں توسیع ہوئی کہ ٹین کا ایک وسیع وعریض بنگلہ نما مکان بن کر تیار ہوگیا جس میں محفل سماع ہوتی اور حضرت اپنے مخصوص مریدوں کے ساتھ شریک محفل ہوا کرتے...... حضرت کے مریدوں کا دائرہ نیپال تک پھیلا ہوا تھا جناب منشی مہر علی مرحوم جو آپ کے مرید اور رادھانگر چک چکی کے باشندہ تھے ہر سال عرس شریف میں شریک ہوتے تھے، گھی اور مویشی لاکر حضرت کی نذر کرتے اور جب انہوں نے رفتہ رفتہ عرس میں کافی اژدحام دیکھا تو جوش عقیدت میں ایک ٹین گھی اور ایک فربہ گائے حاضر کرنے لگے...... انکے انتقال کے بعد بھی یہ سلسلہ چلتا رہا ان کے اہل وعیال باپ کے نقش قدم پر چلتے رہے ان کے اہل عقیدت بھی عرس پاک میں گائے، بکری، مرغ اور چاول حاضر کرتے حضرت اپنے مہمانوں کی بڑی تواضع فرماتے خاص کر عرس مبارک میں شریک ہونے والوں کی آستانہ پر بڑی قدر ہوتی۔ رات کو مہمانوں کیلئے دال چاول سے بنی کھچڑی تیار ہوتی اور سب کو یہ کھچڑی تقسیم ہوتی اور دوپہر کو عمدہ نفیس قسم کے پلاؤ کا اہتمام ہوتا۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

کاشانۂ اقدس ومکانات خانقاہ

حضرت مولانا شاہ شرف الدین کی زندگی ابتک سسرال ہی میں گذر رہی تھی مگر تا کے......؟ اب تو اہل وعیال بھی تھے اس لئے اپنا کاشانۂ اقدس تیار کرنا ضروری ہوگیا آپ نے چونکہ حاجی قمر الدین رجسٹرار گوگی اسٹیٹ والے کی خاندانی لڑکی بی بی نویدہ خاتون بنت منشی عبد الجبار سے شادی کی تھی اس لئے آپ نے حاجی موصوف کے گھر سے متصل ہی پچھم کی جانب زوجۂ محترمہ کی موروثی آراضی پر کاشانۂ اقدس بنایا شمالی حصہ میں پختہ دیواروں پر مشتمل ٹین کا ایک عالیشان مکان بنوایا اور گھریلو ضروریات سے متعلق مکانات بنوائے ساتھ ہی ساتھ ایک پختہ کنواں بھی بنوایا جو ابھی تک موجود ہے۔ خانقاہ چونکہ چند فرلانگ کی دوری پر تھی اس سے خانقاہ کی ہر ضرورت کاشانۂ اقدس سے پوری ہوتی تھی۔ حضرت کے وصال کے بعد عرصہ تک نبیرگان حضرت مولانا ظہیر ابوالعلاء و مولانا حمید اصغر صاحب کاشانۂ اقدس کو آباد کرتے رہے مگر انہیں پھر نہ جانے کیا سوجھی کہ دونوں وہاں سے خانقاہ منتقل ہوگئے اور نانا کی بود و باش کی زمین دوسروں کے ہاتھ فروخت کرڈالی۔ خانقاہ کی آراضی کے شمالی حصہ پر بروقت کام چلانے کیلئے ایک چھوٹا سا مکان بنایا گیا تھا وہ پھوٹ گیا تھا اور اس سے

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

ضرورت پوری نہیں ہوتی تھی اس لئے اسے مکمل طور پر ایک بڑا سا پھوس کا مکان بنایا گیا۔ اور مشرقی حصہ پر تالاب کے کنارے ایک بڑا لمبا سا پھوس کا مکان بنوایا گیا جس کے کچھ حصہ میں بھنڈار تھا۔ اور کچھ حصہ گاڑی رکھنے کیلئے استعمال ہوتا تھا ...... غرض کہ احاطۂ خانقاہ میں شمالی جانب پھوس کی شاندار بیٹھک، جنوبی حصہ پر وسیع و عریض ٹین کا سماع خانہ اور مشرقی جانب تالاب کے کنارے پر ایک بڑا لمبا سا مکان، اور مغربی حصہ پر پُر شکوہ و پُر جلال، پُر بہار و عالیشان، جگمگاتی نور برساتی مسجد ...... احاطۂ خانقاہ دیکھنے میں فقیرانہ سہی مگر شاہانہ جلال ٹپکتا تھا۔ اک درویش کامل دلوں پر حکمرانی کرتا تھا، دیکھنے میں ایک گدائے بے نوا مگر عظمت میں سلاطین سے بڑھکر ...... ایسی حکمرانی رئیس گھرانوں اور زمینداروں کو کہاں حاصل تھی ......؟

خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ   نہیں ممکن امیری بے فقیری

تعمیر عیدگاہ

جس سرزمین پر خانقاہ آباد ہوئی تھی اس کے احاطہ میں ایک دیدہ زیب و شاندار مسجد کی تعمیر ہو چکی تھی۔ یہ وہ خطۂ زمین تھا جس سے ایک بہت بڑی آبادی جڑی تھی یعنی یہ خطہ تقریباً آٹھ گاؤں کی مسلم آبادی کا مرکز تھا۔ اور حضرت مولانا شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات سے سب کو والہانہ عقیدت تھی اس لئے گاؤں دور ہونے کے باوجود بھی گاؤں والے خانقاہ کی جامع مسجد میں نماز ادا کرنے آتے تھے اور خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ حضرت کے وصال کو تقریباً نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ گذر رہا ہے اس طویل مدت میں نہ جانے کتنے لوگ اس دنیا میں آئے اور چلے بھی گئے مگر خانقاہ اور اسکی جامع مسجد سے کسی کا رشتہ نہیں ٹوٹا ہے خانقاہ سے منسلک اب بھی سارے گاؤں کے مسلمان نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے خانقاہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی میں خانقاہ کی جامع مسجد کے علاوہ کوئی جامع مسجد نہیں ہے ...... جامع مسجد تو بن چکی تھی مگر نماز عید کا مسئلہ رہ گیا تھا حضرت اگر چاہتے تو سب کو لیکر جامع مسجد میں ہی نماز عیدین ادا فرما لیتے ...... مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ خانقاہ کے متصل ہی ایک وسیع پلاٹ پر نہایت خوبصورت، دیدہ زیب اور خوشنما نقش و نگار کی عیدگاہ تعمیر کرائی چاروں طرف کھلا میدان اور وسط میں عیدگاہ کی محرابی دیواریں ......

جہاں آپ اپنی حیات مبارکہ میں سارے معتقدین، مریدین، متوسلین اور گاؤں کے مسلمانوں کو لیکر نماز عیدین ادا فرماتے تھے وہیں پر آج تک یہ سلسلہ قائم ہے۔

لیکن مرور ایام اور حوادث زمانہ کی وجہ سے جب عیدگاہ کی محرابی دیواریں منہدم ہو کر زمیں بوس ہو گئیں اور

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

وہ تقریباً کھنڈر میں تبدیل ہوگئی تو نبیرۂ شاہ شرف حضرت مولانا حمید اصغر صاحب مدظلہٗ نے راج مستری عبدالغفار کو بلوایا اور قدیم عیدگاہ کا نقشہ اپنی ذہنی یادداشت کی بنیاد پر کاغذ پر نقش کیا جو بعینہٖ قدیم عیدگاہ کا نقشہ تھا راج مستری نے اسی نمونہ کی عیدگاہ دوبارہ تعمیر کی............ پھر بعد میں عیدگاہ کی حفاظت کے لئے چہار دیواری سے اسے محصور کردیا گیا جو اس وقت آپ سب کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

معمولات زندگی

شیخ وقت حضرت شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ کا آستانۂ مبارک شریعت وطریقت کا سنگم تھا اسلئے حضرت مولانا شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ شریعت پر بھی مکمل عمل پیرا تھے اور راہ طریقت کے بھی سالک تھے واقعی مرید کی زندگی پر شیخ کے اخلاق وکردار، رفتار وگفتار اور معمولات زندگی کا مکمل عکس ہونا چاہئے اسلئے حضرت مولانا شاہ شرف الدین کی زندگی پر یہ چھاپ رہی کہ جو کچھ شیخ سے ملا اور اوراد ووظائف کی صورت میں جو چیزیں عطا ہوئیں شیخ کی اقتداء میں اس پر گامزن رہے............ چنانچہ صوم وصلوٰۃ پر کچھ منحصر نہیں بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں انہیں معمولات پر عامل رہے............ نماز مغرب کی فرض وسنت کے بعد چھ رکعت صلوٰۃ الاوابین، ہر رکعت پر سلام علیحدہ علیحدہ تین سلام سے چھ رکعت پوری کرتے اور ایک بار درود تاج بھی پڑھتے بعد نماز عشاء ایکسو ایک بار ''ھو اللطیف الخبیر '' اور ایکسو ایک بار درود شریف ''اللھم صل علیٰ سیدنا و مولانا محمد والہٖ بعدد حسنہٖ وجمالہٖ وکمالہٖ وخصالہٖ '' پڑھتے پھر کھانا تناول فرماتے اور آرام کرتے نیند سے بیدار ہوکر نماز تہجد ادا فرماتے کیونکہ سوئے بغیر اگر کسی نے نماز تہجد ادا کی تو وہ تہجد میں شمار نہیں۔ نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد ایکسو ایک بار لا الہ الا اللّٰہ الملک الحق المبین پڑھتے اور پھر اسی جگہ وظیفہ پڑھنے بیٹھ جاتے............ سورج طلوع ہوجانے کے بعد چار رکعات میں سے دو رکعت کھڑے ہوکر ادا فرماتے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ والضحیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ الم نشرح پڑھکر دو رکعت پوری کرتے پھر دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ فلق اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ والناس پڑھکر مکمل کرتے اور روزانہ اسی طرح نماز اشراق ادا کرتے............ چاشت کی نماز آٹھ رکعت تک مذکور ہے اور چار رکعات سے کم نہیں۔ آپ اس کے بھی عامل تھے۔ نماز ظہر سے قبل زوال کے بعد نماز زوال چار رکعات بیک سلام ادا کرتے اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ایک سو ایک بار ھو العلی العظیم کی تسبیح اور ۲۵ بار حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل کا ورد کرتے............ نماز عصر میں سنت وفرض کے بعد غروب آفتاب

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

تک اور فجر میں سنت وفرض کے بعد کوئی نماز ادا نہیں کرتے کہ یہ اوقات مکروہ ہیں، نماز پڑھنا منع ہے۔ البتہ دیگر تسبیحات کی اجازت ہے چنانچہ آپ نماز عصر کے بعد ایک سو ایک بار ھو الرحمن الرحیم کی تسبیح پر مواظبت کرتے اور تا غروب کھانے پینے سے بھی احتراز کرتے۔ حضرت مولانا شاہ شرف الدین کی تالیف کردہ کتاب "شجرات السلاسل" کی ساتویں ہدایت کے تفصیلی ذکر میں فضیلت والی راتوں کا بیان ملتا ہے کہ وہ کل پندرہ ہیں۔ یہاں صرف سات راتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتیں، اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں ہیں جن میں شب قدر کی امید ہے۔ اور ان راتوں میں دعا کی مقبولیت بھی ہے .... ماہ رجب کی ستائیسویں رات، معراج مصطفیٰ ﷺ کی ہے یہ نہایت فضیلت والی رات ہے اس رات میں بارہ رکعات نماز پڑھنا ماثور ہے جن کو ایک نیت اور ایک سلام سے ادا کیا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ہر دو رکعت کے بعد بیٹھ جائے اور تشہد پڑھکر کھڑا ہو جائے پھر بارہ رکعات پوری ہو جانے پر قعود اخیر میں تشہد اور درود و پڑھ کر سلام پھیر دے اس کے بعد ایکسو ایک بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور ایک سو ایک بار استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ اور جو درود پاک یاد ہو پڑھکر خداوند کریم سے دنیا و آخرت کی بہتری کی دعا مانگے .... ماہ شعبان کی فضیلت والی رات پندرہویں شب ہے جس میں سو رکعات نمازیں ہیں جو ہر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اگر کسی کو عذر شرعی ہو تو آٹھ رکعات نمازیں اس طرح ادا کرے کہ ہر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ انا انزلنا اور پچیس بار سورۂ اخلاص پڑھکر ہر دو رکعت پر سلام پھیر دے ....

"شجرات السلاسل" کی آٹھویں ہدایت کے تفصیلی ذکر میں فضیلت والے دنوں کا بیان ملتا ہے ان میں سے چھ ایام کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے .... رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ ہر ماہ کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ (ایام بیض) کا روزہ بڑی خیر و برکت کا حامل ہے۔ آپ اس پر عمل کرتے نیز ماہ ذی الحجہ کے فضیلت والے دنوں میں ساتویں، آٹھویں اور نویں کو روزہ رکھتے اور اسی میں ایام بیض کی نیت کر لیتے کیونکہ سال بھر میں شارع علیہ السلام کی طرف سے پانچ دن روزہ رکھنا منع ہے۔ عید الفطر، عید اضحیٰ کے دن اور اس کے بعد مسلسل تین دن گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں جو ایام تشریق کہلاتے ہیں، ان میں روزہ کی ممانعت ہے۔ اصل تکبیر تشریق تو نویں ذی الحجہ کی فجر سے شروع ہو کر تیرہویں کی عصر تک پڑھی جاتی ہے جس میں ہر فرض باجماعت نماز کے بعد اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد ایک بار

بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے اور اگر تنہا نماز پڑھے تو بھی پڑھ لینا بہتر ہے ....

ماہ محرم میں عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ سارے نفلی روزوں میں بزرگ و محترم ہے۔ مگر اس دن کے روزہ کے ساتھ ایک روزہ اور خواہ نویں یا گیارہویں کو ضرور ملا دے کیونکہ تنہا عاشورہ کا ایک روزہ رکھنا خلاف اولیٰ ہے .... اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے یہودیوں کو اسلام لانے کی دعوت پیش کی تو انہوں نے مخالفت شروع کردی تو رسول خدا ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا جب یہودیوں نے ہماری مخالف شروع کردی تو ہمیں بھی چاہئے کہ ان کی مخالفت کریں، یہودی صرف عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں ہم ان کی مخالفت میں دو روزہ رکھیں .... حضرت مولانا شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ نے اس روزہ پر عمل کرنے کا یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ آپ نویں، دسویں اور گیارہویں کے روزے رکھتے اور ان میں ایام بیض کی نیت کر لیتے تاکہ مخالفت بھی ہو اور ایام بیض کا ثواب بھی حاصل ہو جائے .... فضیلت والے دنوں میں ماہ رجب کا ستائیسواں دن بھی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس ماہ کی پہلی تاریخ، پہلا پنجشنبہ (جمعرات)، پندرہویں اور ستائیسویں کو روزہ رکھنے میں بڑا ثواب ہے ...... ورنہ ستائیسویں کے ساتھ ایک روزہ اور ملالے

فضیلت والا ایک دن ماہ شعبان کا پندرہواں دن بھی ہے۔ جس میں روزہ رکھنا رزق میں کشادگی و فراخی کا سبب ہے جو لوگ ایام بیض کے پابند ہیں اس میں ایام بیض کی نیت بھی شامل کردیں تاکہ دونوں کا ثواب ملے ورنہ پندرہویں کے ساتھ ایک روزہ اور ملادیں تو بہتر اور باعث اجر ہے ....

فضیلت والا ایک دن ماہ رمضان کا سترہواں دن بھی ہے، جس دن جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا تھا اس میں تلاوت قرآن کرے اور تسبیح میں مشغول رہے .... ماہ شوال کے چھ روزے جو "شش عید" کہلاتے ہیں ان میں حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ دوسری، تیسری اور چوتھی تاریخ میں روزہ رکھتے پھر تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں کو روزہ رکھتے جو ایام بیض ہیں اس طرح دونوں نفلی روزوں کا ثواب حاصل کرتے .... آپ دو رکعت نماز "تحیۃ الوضو" کے پابند تھے .... ادا کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ وضو کر کے فوراً نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما پڑھتے پھر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد و من يعمل سوء او يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفورا رحيما پڑھتے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد آیات سجدہ میں سے کوئی آیت پڑھ کر سجدہ میں جاتے اور یہ دعا پڑھتے انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا و انه لا يغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندك وارحمنی انك انت التواب الرحيم اور باخشوع

وخضوع سجدہ مکمل کر کے سجدے سے سر اٹھاتے ....

نوٹ : صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے اور اور بعد نماز عصر تا غروب آفتاب تحیۃ الوضو نہ پڑھیں

حضرت مولانا شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ نماز تہجد اکثر مسجد میں ادا کرنے کے بعد بستر پر آ کر استراحت فرماتے .... ایک رات نماز تہجد میں کافی تاخیر ہوگئی اس پر خادم کو بڑی تشویش ہوئی سوچا چلکر دیکھنا چاہئے جونہی قریب جا کر دیکھا تو بڑا تعجب خیز عالم تھا جسم مبارک کے اعضا بکھرے پڑے تھے۔ ہاتھ، پاؤں اور سر علیحدہ علیحدہ جگہوں میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ ماجرا دیکھا تو خوفزدہ ہوکر واپس آ گیا اور بستر پر لیٹ گیا مگر نہایت بے تابی سے دروازہ کی طرف دیکھنے لگا آخر کچھ دیر کے بعد آپ تشریف لاکر بستر پر آرام فرمانے لگے .... اس واقعہ سے آپ کے فنافی اللہ ہوجانے کا اشارہ ملتا ہے ....

علم تصوف میں چار درجے ہوتے ہیں۔ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت۔ شریعت نام ہے احکام الٰہی پر عمل کرنے کا۔ اور طریقت کا مفہوم ہیکہ عامل شریعت ہوجانے کے بعد مسلک اہل اللہ پر گامزن ہو اور حقیقت یہ ہیکہ کائنات کی حقیقت اس پر منکشف ہوجائے اور اشیاء کی حقیقت کو دیکھنے لگے اور معرفت کا مطلب یہ ہیکہ خدا تک رسائی اور اس کی معرفت ہوجائے جو اصل مقصد زندگی ہے .... سرور دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ اسی کے متعلق ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ سالک فنافی الشیخ ہوجانے کے بعد فنافی الرسول اور پھر فنافی اللہ ہوجائے .... بہر کیف حضرت مولانا شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ کو جو معمولات اپنے شیخ سے ملے تھے اپنی زندگی کو ان معمولات پر ڈھالتے رہے اور تادم آخر ان پر عامل و پابند رہے۔ خداوند کریم ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے .... آمین

اخلاق وعادات

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ خوش اخلاق، نیک اطوار، شیریں گفتار اور مبارک کردار رکھتے تھے۔ ان کی زندگی پر سرکار دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کی پوری چھاپ تھی۔ اپنے مریدین، متوسلین سے بڑی محبت فرماتے اور خادم وملازم کے ساتھ بڑی عالی ظرفی کا ثبوت دیتے اور ان سے حسن اخلاق سے پیش آتے .... اپنے پیر ومرشد کے حکم پر اپنے دادا پیر حضرت شاہ لطیف علی قدس سرہ کا عرس سراپا قدس ۲۶، ذی الحجہ کو بڑی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے عرس شریف کا اہتمام کرتے، پلاؤ تیار کراتے اور اس میں کشمش، منقی ڈلواتے اور بطور تبرک تقسیم کیا کرتے .... ایک دفعہ کا واقعہ ہیکہ بھوپالا کا ایک شخص شریک عرس ہوا تقسیم

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

تبرک کیلئے صف بندی ہوئی اس وقت پتے کا رواج تھا، پتے ڈالے گئے اور تبرک دیا گیا مگر شخص مذکور کو پتے پر طعام تبرک لینا گوارا نہ تھا، اس نے پاؤں سے اس طرح جھٹکا لگایا کہ کھانا اور پتا دونوں بکھر گئے اور گرخت لہجہ میں بولا...... کیا رکابی نہیں ہے کہ پتا پر کھانا دیا جا رہا ہے؟ اگر نہیں ہے تو اس کا انتظام کرنا چاہئے تھا...... اس کے جواب میں خادم بھی تیز آواز میں بولا...... اگر پتا پر کھانا لینا ناگوار خاطر تھا تو پتا دیتے وقت ہی یہ بات کہنی تھی اس طرح تبرک کی بے حرمتی کوئی اچھی بات نہیں...... بات بڑھتی چلی گئی اور سوال و جواب کا سلسلہ دراز ہو گیا کہ اتنے میں حضرت کو خبر ہوئی آپ تشریف لائے اور خادم سے فرمانے لگے...... ابھی تک تم لوگ آداب محفل سے واقف نہیں ہو سکے اور نہ مہمانان عرس کی خدمت کا سلیقہ آیا بکھرا ہوا تبرک چن لو اور اسے ایک رکابی لا کر دیدو حسب حکم رکابی کر اس شخص کے سامنے رکھی گئی اور آپ نے دست مبارک سے تبرک دینے کے بعد فرمایا...... یہ بہت بڑے بزرگ اور ولی کامل کا عرس ہے اس میں غصہ نہیں کرنا چاہئے یہ مقام ادب ہے اور ادب ہی سے آنا چاہئے...... پاس پڑوس ہی کے ایک گاؤں کا مرید دوسرے گاؤں کے مرید کا مقروض تھا اور یہ معاملہ بہت دنوں سے چل رہا تھا مگر رقم ادا نہیں ہو رہی تھی اور قرض دینے والا بیحد پریشان تھا تا آنکہ یہ معاملہ حضرت کی بارگاہ میں پہونچا حضرت نے گواہوں کے ساتھ حاضر ہونے کیلئے فرمایا...... جب لوگ آستانہ پر حاضر ہوئے اور بیٹھے تو حضرت نے مقروض مرید سے فرمایا...... تم اپنا قرض ادا کیوں نہیں کر دیتے ہو......؟ حضور! رقم جمع نہیں کر پاتا ہوں بال بچوں کے خرچ سے کچھ بچتا ہی نہیں...... حضرت نے بڑی نرمی و ملائمت سے فہمائش کی اور فرمان شریعت کو بھی پیش کیا اور فرمایا کہ اب جو بات طے ہو گئی ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے ورنہ وعدہ خلافی ہوگی اور وعدہ خلافی، منافق کی علامت ہے یہ مال و متاع سب تمہارے اختیار میں ہے جیسے چاہو استعمال کرو مگر قرض اگر یہاں ادا نہ کرو گے تو کل قیامت میں اس کی پرسش ہوگی اور وہاں کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔ حضرت کی ان باتوں کا اس پر بڑا اثر ہوا اور اس کے دل میں ایسا خوف الٰہی پیدا ہوا کہ وہ عرض کرنے لگا کہ اب بال بچے کھائیں یا نہ کھائیں پہلے قرض ادا ہوگا چنانچہ ہفتہ عشرہ میں وہ بار قرض سے سبکدوش ہو گیا۔

پتھار بستی کے محمد ابراہیم صاحب (جو اب دنیا میں نہیں رہے) جب میں ان سے ملا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت بڑے با اخلاق تھے، زندہ دل اور خوش گفتار...... انہوں نے بیان کیا کہ میں آستانہ پر حاضر تھا کسی نے حضرت کی خدمت میں کٹہل پیش کیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مریدین و اہل عقیدت جب بھی کچھ نذر کرتے ہیں تو اس میں جذبۂ عقیدت ہی کارفرما ہوتا ہے، حضرت کی یہ عادت کریمہ تھی کہ جب بھی کچھ تناول کرتے تو حاضرین کو بھی شریک کر لیتے کٹہل پلیٹ میں رکھا تھا اور حضرت بڑے شوق سے کھا رہے تھے اور دسترخوان کے لوگوں کو

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

اٹھا اٹھا کر دے بھی رہے تھے، ابراہیم مرحوم کا بیان ہے کہ میں نے ایک ٹکڑا منھ میں لیا تو وہ بہت بے مزہ تھ مگر حضرت کی عالی ظرفی کا یہ عالم تھا کہ مزے سے کھا رہے تھے ...... حدیث پاک میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا ...... حضرت سیرت رسول کے پیکر تھے بھلا کسی کھانے میں کیوں عیب لگاتے ......؟ حضرت خلق عظیم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خوش طبع بھی تھے منشی سلطان صاحب جن بچپن آستانہ پر ہی گذرا تھا وہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مرحومہ کو حضرت سے بے پناہ عقیدت تھی گھر قریب تھا اور وہ کبھی کبھی حضرت کیلئے روغنی روٹی اور مرغ کا گوشت بھیجا کرتی تھیں کیونکہ یہ چیزیں حضرت کو بڑی مرغوب تھیں ...... شاید زیادہ دن گذر گئے تھے کہ وہ یہ ناشتہ نہیں بھیج سکی تھیں، ایک دن حضرت نے منشی محمد سلطان سے ازراہ خوش طبعی فرمایا ''میاں تمہاری والدہ مجھ سے ناراض ہیں'' بھلا منشی محمد سلطان اشارہ کی یہ زبان کیا سمجھتے انہوں نے گھر آ کر اپنے والدہ سے اس کا تذکرہ کیا وہ بڑی زیرک تھیں سمجھ گئیں اور صبح سویرے روغنی روٹی اور مرغ کا گوشت منشی محمد سلطان کی معرفت حضرت کی خدمت میں بھیجا جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت مسکراتے ہوئے فرمانے لگے ''میاں تم بہت شریر ہو آخر میری شکایت اپنی والدہ سے کر ہی دی'' ......

علاقائی دورہ

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ کا خلافت و اجازت کے بعد ہی سے پیری مریدی کا سلسلہ چل پڑا تھا شہرت کا سورج بلند ہوتا گیا اور اس نور ولایت سے لوگ روشنی لیتے گئے کبھی خانقاہ شریف میں لوگ داخل سلسلہ ہوتے اور کبھی آپ خود ہی علاقائی دورہ کرتے اور لوگوں کو فیض پہونچاتے اور ان کی رشد و ہدایت فرماتے

حضرت بہت دنوں سے اپنے مریدین کے یہاں تشریف نہیں لے جا سکے تھے دل میں خیال آیا کہ مریدوں کی رشد و ہدایت اور ظاہری و باطنی اصلاح کے لئے جانا چاہئے چنانچہ شام ہی کو ملازم سے فرما دیا کہ کل صبح سویرے گاڑی تیار رکھنا ناشتہ کے بعد ٹنگننگی، بیگنا وغیرہ کے دورہ پر جانا ہے یہ دونوں گاؤں بشن پور ہاٹ سے پچھم کول ندی کی دوسری جانب آباد ہیں ...... بیل گاڑی تیار تھی ناشتہ کے بعد آپ نے خادم سے فرمایا کہ تم کو بھی ساتھ چلنا ہے آپ گاڑی پر تشریف فرما ہوئے اور گاڑی روانہ ہو گئی اور چلتی رہی یہاں تک کہ بانسباڑی گاؤں میں ایک مرید کے یہاں رکے اور ظہر کی نماز ادا فرمائی اور جھینگا کنہ کے لئے روانہ ہو گئے شام تک ایک مرید کے گھر فروکش ہوئے اور رات وہیں قیام فرمایا پھر صبح ناشتہ کے بعد چلے تو دوپہر کے وقت بیگنا اسٹیٹ کوچی میاں کے دولت کدہ پر پہونچے ...... حسن اتفاق کوچی میاں گھر پر موجود تھے بڑی تعظیم و تکریم سے بٹھایا اور مزاج پرسی

کے بعد گفتگو ہونے لگی اسی اثناء میں وہاں کے مریدین کو خبر ہوگئی اور سب نے آکر سلام کیا اور دست بوسی کی اور حضرت بھی بیحد مسرور ہوئے ساتھ ہی ساتھ کوچی میاں سے فرمانے لگے...... ابھی ہم کو روپنی، سیتا گھاٹی اور ٹنگٹنگی بھی چلنا ہے کوچی میاں نے عرض کی آپ چونکہ بہت دنوں کے بعد تشریف لائے ہیں اس لئے میرے غریب خانہ پر قیام رکھیں اور اگر جانا بہت ضروری ہو تو کھانا کھا کر تشریف لے جائیں میری یہی تمنا ہے

چنانچہ آپ نے بیحد اصرار پر کھانا تناول فرمایا اور بعد نماز ظہر چائے نوشی کے بعد روپنی کے لئے روانہ ہوگئے اور ایک مرید کے گھر شب باشی فرمائی صبح ناشتہ کے بعد سیتا گھاٹی ایک شخص کی دعوت پر تشریف لے گئے اور بعد نماز عصر ٹنگٹنگی صوفی کلیم الدین مرحوم کے دولت خانہ میں نماز مغرب ادا فرمائی......... اور رات وہیں قیام پذیر ہوئے مگر صوفی کلیم الدین سے رات ہی میں آپ نے فرمادیا صبح ناشتہ کے بعد تھوڑی دیر جھل جھلی رک کر شام تک گھر پہونچنا ضروری ہے ...... چنانچہ صبح ناشتہ کے بعد جھل جھلی کے لئے روانگی ہوئی اور دوپہر تک جھل جھلی پہونچ گئے حضرت چونکہ اچانک تشریف فرما ہوئے اس لئے آپ کو دیکھ کر فوراً بیٹھنے کا انتظام ہوا اور اس وقت برادری کے جو لوگ موجود تھے سلام بجالائے اور آپ کے گاڑی سے اترنے کے بعد مصافحہ سے فیضیاب ہوئے جھل جھلی میں چونکہ لوگ آپ کی شہرت سن چکے تھے آپکی تشریف آوری پر حاضر ہوتے اور سلام ومصافحہ کرتے رہے اس اثناء میں منشی کفیل الدین خدمت اقدس میں باریاب ہوئے اور بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور عرض کرنے لگے کہ آپ ہمارے رشتہ داروں میں ہیں آپ کو بار بار تشریف لانا چاہئے...... حضرت نے فرمایا کہ رشتہ داری تو معلوم ہے مگر دور دراز علاقوں کے سفر کی وجہ سے ادھر آنے کا اتفاق نہیں ہوتا ایک دفعہ مختلف مقامات کے دورہ پر نکلا تو تھوڑی دیر کے لئے جھل جھلی کی طرف بھی رخ کیا اور ہم آگئے......

یہ گفتگو چل ہی رہی تھی کہ مولوی نورالحق بھی حاضر خدمت ہوگئے سلام ومصافحہ کے بعد کھڑے تھے کہ منشی کفیل الدین نے کہا میاں کھڑے کیوں ہو ادھر آکر بیٹھ جاؤ حضرت کی نگاہ جب اٹھی تو فرمانے لگے یہ کون ہے اور کیا کرتا ہے...... ؟ منشی کفیل الدین نے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میرے چچا الفت علی حوالہ دار کا سب سے چھوٹا لڑکا مولوی نورالحق ہے جس کی حال ہی میں فراغت ہوئی ہے اور ابھی گھر ہی میں ہے۔ حضرت نے فرمایا کیا آپ نے فارسی تعلیم بھی حاصل کی ہے...... ؟ مولوی نورالحق نے عرض کیا جی ہاں علاقہ بانسی بمقام سنگھیا حضرت مولانا زین الدین سے دو سال فارسی پڑھنے کا موقع ملا یہ مولانا زین الدین خواجہ علم وفن حضرت علامہ مولانا خواجہ مظفر حسین صاحب کے والد بزرگوار تھے جو ایک جید عالم اور فارسی داں تھے۔ بات چیت میں کافی وقت گذر گیا تھا اور حضرت کو گھر پہنچنا تھا منشی موصوف نے شب باشی کی خواہش ظاہر کی اور کہنے لگے کہ آپ بہت

دنوں کے بعد تشریف لائے اس لئے قیام فرمائیں حضرت نے اپنی معذرت پیش کی اس کے بعد آپ کھانا تناول فرما کر قیلولہ کیلئے لیٹ گئے۔ پھر باجماعت ظہر کی نماز ادا فرمائی خادم گاڑی تیار کرنے لگا اسی درمیان چائے آگئی چائے نوشی کے بعد آپ روانہ ہو گئے.........

مولانا نورالحق کے مختصر تعلیمی حالات

مولانا نورالحق کی زندگی کے حالات ایسے ہیں جن میں حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ کی حیات پرتو افگن ہے اور سب سے بڑا احسان تو یہ ہے کہ مولانا نورالحق کو داماد ہونے کا شرف ملا...... آپ ملاحظہ کریں کہ حضرت سے مولانا نورالحق کو کیا فیض ملا......؟ مولانا نورالحق اپنے والد گرامی کے زیر سایہ قرآن پاک، اردو، ہندی، اور حساب وغیرہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا مگر ان حالات میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ ابتدائی تعلیم مکمل کر لی اور فارسی کی طرف متوجہ ہوئے علاقہ بائسی پورنیہ مقام سنگھیا کے مولانا زین الدین مرحوم فارسی کے بڑے قابل استاد تھے، فارسی کے شوق نے آپکو سنگھیا پہونچا دیا اتفاق سے مولانا موصوف گھر پر تھے ملاقات ہوئی تعارف ہوا اور آنے کا مقصد پوچھا...... آپ نے عرض کیا میں علاقہ بہادر گنج موضع جھل جھلی کا رہنے والا ہوں آپ کی شہرت سنی تو فارسی پڑھنے کیلئے حاضر ہوا ہوں مولانا موصوف نے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا بندوبست کر دیا۔ آپ نہایت ذوق وشوق سے پڑھتے رہے اور دو سال میں فارسی کی اعلی تعیلم حاصل کر لی اور گھر آ گئے ......فارسی کے بعد عربی تعلیم کا ارادہ ہوا اور معقول مدرسہ کی تلاش جارہ رہی کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ شہر گیا میں ایک اچھا مدرسہ ہے جہاں عربی کی عمدہ تعلیم ہوتی ہے لہٰذا آپ نے اس کی طرف رخ کیا اور مدرسہ پہونچ گئے مدرسہ قاعدے کا تھا خورد ونوش کا انتظام ہو گیا اور آپ انتہائی محنت وعرق ریزی سے تعلیم حاصل کرنے لگے......شہر گیا میں شعر وشاعری کا ماحول تھا فطری ذوق تھا ہی لہٰذا مشاعروں میں شرکت کرنے لگے شاعروں سے تعلق بڑھا اور دوستی کی فضا ہموار ہو گئی...... ایک دن ایک دوست شاعر نے آپکو ایک مصرع طرح دیا جو تصوف کے رنگ میں تھا

''من اللہ الی اللہ کے ہو بہو اللہ اللہ'' آپ نے اس مصرع کی گرہ لگائی

موج میں دیکھا جو اک دن آب رواں ۔۔۔ پوچھا آتے کہاں سے ہو جاتے کہاں
موج نے بڑھ کر دی یہ صدا ناگہاں ۔۔۔ من اللہ الی اللہ کے ہو بہو اللہ اللہ

شہر گیا میں آپ نے تین سال میں عربی تعلیم مکمل کر کے فراغت حاصل کر لی اور گھر چلے آئے اور گھر ہی پر رہنے

سہنے لگے اس سے قبل حضرت مولانا شاہ شرف الدین سے آپ کی ملاقات ہو چکی تھی سوچنے لگے بے شغل گھر میں پڑا رہنا اچھی بات نہیں یہ تضیع اوقات ہے کہیں چل کر کوئی شغل ڈھونڈھنا چاہئے مگر کہاں جائیں؟ دل نے رہنمائی کی آستانہ شرف میں چلنا چاہئے۔ چنانچہ آپ گانگی روانہ ہو گئے اتفاق سے شاہ شرف سے ملاقات بھی ہو گئی سلام و مصافحہ کے بعد اپنے آنے کا مقصد بتایا کہ کبھی گانگی آستانہ پر حاضر ہونے کا اتفاق نہ ہوا سوچا کہ آستانہ کی حاضری بھی ہو جائے اور اگر آپ کے توسط سے درس و تدریس کی کوئی جگہ مل جائے تو بیکاری بھی دور ہو جائیگی۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے ہم لوگ کھانا کھالیں اور بعد نماز ظہر ایک خط لکھ دیتا ہوں خادم کے ہمراہ آپ دسیاٹولی اسٹیٹ چلے جائیں حضرت نے خط اس مضمون کا تحریر فرمایا...... ''میرے یہاں ایک عالم دین آئے ہیں اگر آپ ضرورت محسوس کریں تو انہیں دینی خدمات کیلئے رکھ لیں مسجد میں امامت بھی کرینگے اور بچوں کو دینی تعلیم بھی دیا کرینگے'' ...... برطانوی دور اقتدار میں دسیاٹولی اسٹیٹ میں ریاست کا کروفر بھی تھا اور زمیندارانہ طمطراق بھی! اونچی اونچی عمارتیں، عملہ، سپاہی، ہاتھی گھوڑے سبھی کچھ موجود تھے مؤلف کے والد گرامی منشی مین الدین مرحوم و مغفور ایک اتالیق کی حیثیت سے رئیس زادوں اور رئیس زادیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے اسی اسٹیٹ سے وابستہ تھے اور اس شغل میں بتیس سالہ زندگی گزاری تھی مگر اس وقت افضال میاں کے والد گرامی مہر علی تحصیلدار کا زمانہ تھا...... والدۂ مغفورہ مجھے بتایا کرتی تھیں کہ اس وقت ایک لاکھ کی تحصیل تھی جو باجگذاروں سے یہ رقم حاصل ہوتی تھی۔ مگر کائنات کی بے ثباتی کا یہ عالم ہے کہ زوال کی ایسی آندھی چلی کہ عمارتوں کی دیواریں ٹوٹ کر رہ گئیں، مکانات منہدم ہو گئے اور شان و شوکت، ہاتھی گھوڑے، اور سپاہیوں کے عملے نہ جانے کہاں روپوش ہو گئے اور اب اس اسٹیٹ کا یہ حال ہے۔

پردہ داری می کند در طاق کسریٰ عنکبوت
بوم نوبت می زند بر گنبد افرا سیاب

حسب فرمان مولانا نورالحق خادم کے ہمراہ ڈسیاٹولی اسٹیٹ پہونچے افضال میاں کا زمانہ تھا ان سے ملاقات ہوئی خط دکھایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ حضرت سے میرا اسلام کہد ینا اور یہ بھی عرض کر دینا کہ مولانا کا تقرر ہو گیا خورد و نوش، رہنے سہنے کے علاوہ ڈیڑھ روپے ماہانہ بھی دیا جائیگا...... بہر حال مولانا نورالحق کا اسٹیٹ میں تقرر ہو گیا اور وہ اپنے فرائض انجام دینے لگے اگر کبھی گھر جانا ہوتا تو گانگی آستانہ پر ضرور حاضر ہوتے...... ایک دفعہ کسی ضرورت سے گھر جانا پڑا تو گھریلو ضرورتوں میں اس طرح الجھ گئے کہ کافی عرصہ گھر میں رہ جانا پڑا جب فرصت ملی تو سیدھے گانگی آستانہ پر حاضر ہوئے اور اپنا حال اس طرح بیان کرنے لگے کہ ڈسیاٹولی اسٹیٹ میں دو سال گذر گئے اب وہاں رہنے کو جی نہیں چاہتا لہٰذا اب گھر ہی سے خدمت میں آجایا کریں گے......

حضرت نے فرمایا...... اگر آپ آستانہ ہی پر بچوں کو تعلیم دیا کریں تو کیا حرج ہے؟ مولانا نورالحق کو یہ مخلصانہ مشورہ پسند آیا اور آستانہ ہی پر تعلیم و تربیت کا شغل انجام دینے لگے...... مولانا موصوف آستانہ پر اپنے فرائض انجام دے رہے تھے اور یہ ماحول آپ کے لئے اطمینان بخش تھا...... ایک دن کی بات ہے کہ حضرت شاہ شرف حسب معمول دوپہر کو کھانے کے بعد قیلولہ کر رہے تھے اور قیلولہ کے بعد نماز کی تیاری میں مشغول تھے خدام آستانہ میں سے فرحت اللہ وضو کا پانی لے کر حاضر خدمت ہوا حضرت نے وضو کے بعد ظہر کی سنن ادا کیں اور جماعت کا انتظار کرنے لگے دیگر اشخاص بھی سنتیں پڑھ کر جماعت کے منتظر تھے...... مگر مولانا نورالحق کا ابھی تک پتہ نہیں تھا حضرت نے فرحت اللہ سے فرمایا کہ دیکھو مولانا شائد سو گئے ہیں انہیں بیدار کر دو اور وضو کا پانی بھی رکھ دو اور یہ بھی کہدو کہ سارے لوگ آچکے ہیں اور آپ کا انتظار ہو رہا ہے...... حسب فرمان فرحت اللہ خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کا پیغام سنایا مگر مولانا نے کچھ تیکھے انداز میں یہ جواب دیا جاؤ کہدو "نوم العلماء قیام الجہلا" خادم نے آکر یہی جملہ حضرت کے سامنے آکر دہرایا حضرت نے فرمایا جاؤ دیکھو وہ وضو کر رہے ہونگے خادم نے جا کر دیکھا تو وہ وضو کر رہے تھے وضو کے بعد مولانا آئے سنتیں پڑھیں پھر تکبیر ہوئی اور باجماعت ظہر کی نماز پڑھی گئی...... بعد نماز حسب معمول حضرت باہر تشریف فرما ہوئے اور مریدین و حاضرین بھی آکر بیٹھے چائے نوشی کے درمیان حضرت شاہ شرف مولانا نورالحق سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے...... یہ بات جو آپ نے کہی "نوم العلماء قیام الجہلا" وہ ماوشما کے لئے نہیں بلکہ ائمۂ دین و فقہائے کرام کی شان میں وارد ہے جو استخراج مسائل کرتے ہیں اور فقہ پر غور و خوض کرتے ہیں مسائل کے استنباط کرنے میں اگر یہ حضرات سو بھی جائیں تو وہ شرعاً معذور ہیں ترک جماعت سے وہ گنہگار نہیں ہونگے بلکہ ان کا سونا جاہلوں کی عبادت سے بہتر ہے...... مولانا نورالحق خاموشی سے یہ بیان سنتے رہے اور دل میں پشیمان بھی ہوئے اس کے بعد پھر کبھی یہ صورت دیکھنے میں نہیں آئی اور جماعت کی پابندی کرتے رہے۔

Chekd

مولانا نورالحق کے دماغ میں بارہا یہ خیال پیدا ہوا کہ شیخ وقت حضرت شاہ حفیظ الدین قدس سرہٗ کے آستانہ کی حاضری ہو جاتی تو دل کا ارمان نکل جاتا مگر ایسے مواقع میسر نہ آتے خدا خدا کر کے حضرت کے ہمراہ اس آستانہ پر حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا آستانہ کی روحانی شان و شوکت دیکھی فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے اور یہ بھی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے کہ خلفاء کے درمیان حضرت شاہ شرف کی سب سے زیادہ قدر و منزلت ہے

رحمن پور آستانہ شریف کے چشم دید حالات و واقعات سے مولانا نورالحق بیحد متاثر ہوئے اور رحمن پور خانقاہ سے گانگی واپس ہونے تک خود بخود حضرت سے شرف بیعت کی تمنا جاگ اٹھی کہ اس سے بہتر مرشد اس زمانہ میں ملنا

مشکل ہے چنانچہ اپنی اس خواہش کا اظہار حضرت سے کر دیا.......... حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ بعد نماز ظہر مصلی پر بیٹھ گئے اور سارے نمازیوں کی موجودگی میں بیعت کے چند کلمات ارشاد فرما کر مولانا نور الحق کو اپنے حلقۂ ارادت میں شامل فرمالیا۔شرف بیعت کے بعد مولانا نور الحق نے تقریباً ڈیڑھ سال تدریسی خدمات آستانہ میں انجام دیں اس درمیان جھل جھلی آنا جانا رہا مگر آخری بار گئے تو اپنی ضعیفہ والدہ کی کمزوری دیکھ کر بے چین ہو گئے ساتھ ہی ساتھ والدہ کی بینائی بھی چلی گئی اس وجہ سے پریشانی اور بھی بڑھ گئی ...... ان پریشان کن حالات میں گانگی آکر پیر و مرشد سے اجازت چاہی حضرت نے اس بہترین خدمت کی انجام دہی کے لئے بخوشی اجازت مرحمت فرمادی لہذا آپ مستقل طور پر جھل جھلی آگئے اور والدہ کی خدمت کے ساتھ اپنی کاشت وغیرہ میں اپنے دن گذارنے لگے۔

زندگی کے شب و روز

خانقاہ شریف کے وسیع و عریض احاطہ، عالی شان مسجد کے زیر سایہ اور چاروں جانب شاندار مکانات کے حصار میں گورا رنگ، دوہرا بدن، چہرے پر نور کی کرن، سر پر سادہ ٹوپی، ہلکی زلف، بدن پر سادہ کرتا اور گلے میں نارنجی رنگ کا رومال اس نورانی حلیہ میں ایک گدائے وقت اپنی شاہانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری — رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ — نہیں ممکن امیری بے فقیری

حضرت مولانا شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ نے امیرانہ زندگی چھوڑ دی اور فقیرانہ زندگی اختیار کی اور شیخ وقت کی نگاہ فیض رساں سے روشن ضمیر ہو گئے اور خدائے قدوس نے وہ دل اور نگاہ عطا فرمائی کہ ہزاروں پردوں میں بھی دلوں کی دھڑکن محسوس کرنے لگے .... خانقاہ میں خدام و خدمت گذار تھے مرید و عقیدت مند کا ہجوم رہتا تھا اور دن رات رشد و ہدایت کی بارش ہوتی تھی اور تبلیغ دین کا کام ہوتا تھا.......... جب سپیدۂ سحر نمودار ہوتا تو اذان خانہ کی بلندی پر اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی اور کیفیت یہ ہوتی۔

وہ سحر جو کبھی امروز کبھی ہے فردا — نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود — ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

خدام بارگاہ اور حاضرین آستانہ نماز باجماعت ادا کرتے پھر حضرت اپنی مسند پر جلوہ گر ہوتے چائے آتی خود پیتے اور سب کو پلواتے ..... سورج کچھ بلند ہوتا تو حضرت نماز اشراق ادا فرماتے اوراد و وظائف جیسا کہ معمولات

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

میں تھے انہیں پڑھتے جب سورج بلندی کی طرف جاتا ضرورت مندوں کی بھیڑ شروع ہوجاتی کوئی دعوت دینے کی غرض سے آتا، کسی کو تعویذ کی حاجت ہوتی، کوئی سلسلہ میں داخل ہونے کو آتا اور کوئی محض دیدار کی غرض سے آجاتا، یہ سب ہوتے ہوتے چاشت کا وقت آجاتا اور حضرت چاشت کی نماز پڑھتے ...... پھر ناشتہ آجاتا، خود بھی کھاتے اور خدام بارگاہ سے لیکر حاضرین کو بھی ناشتہ کراتے بظاہر ذریعۂ آمدنی کچھ بھی نہیں لیکن دربار میں شاہی دسترخوان ہوتا .... حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ اپنے مریدین کے ساتھ کسی شہر میں وارد ہوئے نماز کا وقت آیا تو نماز پڑھنے کے واسطے سب مسجد پہونچ گئے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوجانے کے بعد امام نے جب ایک درویش کے ہمراہ معتقدین کا ہجوم دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا اور حضرت بایزید بسطامی سے پوچھ ڈالا ...... ''حضرت آپ کا ذریعۂ معاش کیا ہے ......؟ مقصد یہ تھا کہ یہ جماعت جو آپ کے ساتھ ہے اس کے کھانے پینے کا بندوبست کیا ہے ......؟'' بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے مجھے نماز کا اعادہ کرنے دو کہ ایسے امام کی اقتداء میں میری نماز نہیں ہوتی جسے خدائے رزاق کی رزاقی پر توکل نہ ہو ...... شاہ شرف الدین کی بارگاہ کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ بارگاہ میں عقیدت مندوں کا ہجوم ہے کھاپی رہے ہیں مگر کھانے پینے کا سامان کون دیتا ہے اور کہاں سے آتا ہے ......؟؟؟

ظہر کے وقت اذان ہوتی باجماعت نماز پڑھی جاتی اسکے بعد کھانے پینے کا دور چلتا کھانا تناول فرمانے کے بعد حضرت کچھ دیر قیلولہ کرتے پھر اپنی مسند پر جلوہ گر ہوتے اور حاجت مندوں کی حاجتیں پوری فرماتے یہانتک کہ عصر کا وقت آجاتا اذان ہوتی اور جماعت سے نماز ادا فرماتے اگر کہیں دعوت میں جانا ہوتا تو بیل گاڑی درست کراتے اور تشریف لے جاتے اور گاڑی پر کتاب کا مطالعہ کرتے جس گاؤں میں تشریف لے جاتے اگر وہاں مسجد ہوتی تو مسجد میں نماز ادا فرماتے ورنہ صاحب خانہ کے یہاں باجماعت نماز ادا فرماتے ...... اگر آستانہ پر موجود ہوتے تو عصر و مغرب کے درمیان عقیدت مندوں کے ساتھ دینی گفتگو فرماتے یا اپنے معمولات میں مشغول رہتے حتی کہ مغرب کی اذان ہوتی اور جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرماتے پھر نماز عشاء پڑھکر کھانا تناول فرماتے اور استراحت کیلئے اپنے بستر پر چلے جاتے، تہجد کی نماز مسجد میں ادا فرماتے ...... غرض کہ حضرت کا دربار کیا تھا ایک شاہانہ دربار ......! جہاں حاجتمندوں کی بھیڑ ہوتی اور دردمندوں سے ہمدردی کی جاتی گویا ایک مسیحا اپنے دردمندوں کے جھرمٹ میں ہوتا ...... آستانہ شرف شریعت و طریقت کا سنگم تھا جہاں شریعت کی مکمل جلوہ گری تھی اور جام طریقت بھی پلائے جاتے تھے۔ صبح تا شام فیضان جاری رہتا اور پیاسے جھوم کر پیتے اور اپنی تشنگی دور کرتے ...... خانقاہ کی رونق میں یوں بھی چار چاند لگ گئے تھے کہ اسکے زیر انتظام ایک دینی

درسگاہ قائم تھی جہاں پاس پڑوس کے بچے دینی تعلیم حاصل کرنے آتے۔ منشی صفت علی مرحوم جو حضرت کے باصفا مرید تھے درس دیا کرتے تھے (مؤلف نے بھی اپنے بچپن کے کچھ ایام یہاں گزارے ہیں) خانقاہ، مسجد اور مدرسہ تینوں کا فیضان بیک وقت جاری تھا اس لئے علامہ جامی کا یہ شعر اس ماحول پر صادق آتا تھا

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے — کہ دروے بود قیل وقال محمد ﷺ

عارفانہ وعظ وتقریر

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ اگرچہ شیخ وقت اور کامل بزرگ تھے مگر کبھی کبھی وعظ وتقریر بھی کرلیا کرتے تھے۔ ان کا وعظ بالکل عارفانہ ہوتا چنانچہ ایک دفعہ حضرت بائسی کے دورہ پر گئے ہوئے تھے اس علاقہ کی پچھلی پیڑھی آپ کی بیحد عقیدت مند تھی قاری مشیت اللہ ومنشی ظہیر الدین چندر گاؤں، منور علی متھراپور، رمضان علی نیاٹولی یہ لوگ بڑے جانثار مرید تھے حتی کہ رمضان علی آخری دنوں میں دربار سے وابستہ ہوگئے اور حضرت کی خدمت گذاری کو حرز جاں بنالیا .... غرض کہ حضرت بائسی تشریف لے گئے اور اس زمانہ میں بائسی ہاٹ کے اندر ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا اراکین جلسہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا شاہ شرف الدین گانگی علاقہ میں موجود ہیں اور چندر گاؤں میں قیام پذیر ہیں باہر کے علماء وخطباء تو پہلے ہی مدعو ہو چکے تھے مگر کسی کو یہ دھیان نہ رہا کہ حضرت کو بھی دعوت دیدی جائے۔ عین وقت پر کچھ لوگ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور جلسہ میں شرکت کی دعوت دی۔ حضرت نے کرم فرما کر دعوت منظور فرمالی، آپ کیلئے سواری بھیجی گئی اور آپ جلسہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اپنے وقت پر جب آپ اسٹیج پر تشریف لے گئے تو آپ کا موضوع سخن تھ ''وحدۃ الوجود'' وحدۃ الوجود کا صوفیائے کرام کے یہاں یہ مفہوم ہے کہ اگر موجود ہے تو صرف واجب الوجود، ذات باری تعالی، اس کے سوا کچھ بھی موجود نہیں۔ رہا کائنات کا وجود جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں یہ حقیقۃ موجود نہیں بلکہ باری تعالی کے وجود کا ظل وعکس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دن یہ کائنات تو فنا ہو جائیگی مگر ذات باری تعالی کا وجود قائم ودائم رہیگا .... جب حضرت نے اپنے موضوع پر تقریر کا آغاز کیا تو دلیل وبرہان کے انبار لگادیے۔ مجمع پر سکوت کا عالم تھا اور لوگ کیف وسرور میں جھوم رہے تھے۔ لا الہ الا اللہ خدا کی وحدانیت، الوہیت وربوبیت پر بےمثال تقریر تھی سبحان اللہ کی صدائیں گونج رہی تھیں اور آپ اس قدر جوش وولولہ میں تھے کہ مسلسل دو گھنٹے تک تقریر جاری رہی۔ اس موضوع پر حضرت کا ایک قلمی رسالہ بھی تھا جو ''تلک عشرۃ کاملۃ'' کے نام سے موسوم تھا افسوس کہ وقت کی لہروں میں ڈوب گیا۔ باہر سے آئے ہوئے جبہ ودستار والے علماء وخطباء محو حیرت تھے

اور سوچ رہے تھے کہ یہ شخص تو مرکز علم و فن معلوم ہوتا ہے۔ یقیناً اس علاقہ میں بھی متبحر علماء کرام رہتے ہیں

عارفانہ وعظ و تقریر کا ایک واقعہ منشی عبدالمجید کے گھر بھی پیش آیا۔ میلاد النبی ﷺ کی محفل تھی آپ اس میں مدعو تھے اور کافی تعداد میں لوگ شریک محفل تھے۔ آپ نے تقریر کا آغاز حضرت سعدی کے اس شعر سے کیا

دہد نطفہ را صورتے چوں پری ‏ ‏ ‏ ‏ که کردست بر آب صورت گری

رب قدیر کی حکیمانہ نقاشی کا جواب نہیں اس کی ہر تخلیق بےمثل اور اس قادر و حکیم کا قلم قدرت بےنظیر ہے۔ اگر کسی سطح پائیدار پر نقاشی کی جائے اور تصویر بنائی جائے تو وہ نقش برقرار رہتا ہے مگر سطح آب پر نقاشی و صورت گری انسانی قدرت و اختیار سے باہر ہے۔ اس لئے کہ سطح آب اس قدر لطیف و نازک ہے کہ اس پر نقاشی ممکن ہی نہیں۔ بلکہ محال ہے۔ نطفہ جو ایک قطرۂ آب ہے رب قدیر اپنی حکمت کاملہ اور قدرت بالغہ سے اس پر نقاشی و صورت گری فرماتا ہے .... حضرت نے اس شعر کے ماحصل پر ایسی عارفانہ روشنی ڈالی کہ مجمع پر خامشی چھا گئی اور بیان میں ایسا سوز و گداز تھا کہ ہر آنکھ نم تھی اور لوگ وجد میں جھوم رہے تھے۔

اس طرح کا ایک واقعہ منشی بحر علی باشندہ کاشی باڑی کے گھر بھی پیش آیا۔ معراج شریف کی محفل تھی آپ نے معراج مصطفیٰ ﷺ کو کچھ اس انداز میں ثابت فرمایا اور ایسے نفیس نکات بیان فرمائے کہ سامعین کیف و مستی میں سبحان اللہ، مرحبا کی صداؤں میں ڈوب گئے .... غرض کہ آپ جابجا علاقہ میں تشریف لیجاتے محفل منعقد ہوتی اور آپ عارفانہ بیان اور حکیمانہ وعظ فرماتے ....

تذکرۂ اولاد اور شادی

سرکار دو عالم ﷺ کو رب قدیر نے کئی شہزادے عطا فرمائے تھے مگر ان کی حیات رب تعالیٰ کو منظور نہ تھی اس لئے تھوڑی ہی عمر میں سب وصال فرما گئے۔ البتہ سرکار مدینہ ﷺ کی چند شہزادیاں تھیں جو بفضل خدا زندہ رہیں اور انہیں سے نسلیں چلیں۔ اور آج بھی سادات کرام ان کی نسل سے زندہ ہیں اور نسل جاری ہے

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ جو فنافی الرسول اور ان کی سیرت طیبہ کے عملی پیکر تھے خدائے تعالیٰ نے انہیں بھی چند صاحبزادے عطا فرمائے تھے مگر بچپن ہی میں سب وفات کر گئے البتہ دو صاحبزادیوں سے نسل زندہ رہی .... حضرت کی بڑی صاحبزادی زبیدہ خاتون کی شادی اپنی رشتہ داری میں جناب منشی یقین علی مرحوم کے صاحبزادہ محمد یوسف سے ہوئی تھی مختصر بات چیت کے بعد تاریخ مقرر ہوئی اور حسب تاریخ مقررہ رات کھانے پینے کے بعد رسم مناکحت ادا ہوئی اور صبح ناشتہ کے بعد رخصتی ہوئی .... بی بی زبیدہ خاتون کے بطن سے دو

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں بڑے لڑکے کا نام محمد ابوالوفا تھا اور چھوٹے کا نام محمد ظہیر ابوالعلا...... بڑی لڑکی کا نام رقیہ خاتون، منجھلی کا نام صفیہ خاتون اور سب سے چھوٹی لڑکی کا نام صفورا خاتون تھا...... بڑا لڑکا محمد ابوالوفا اور منجھلی لڑکی صفیہ خاتون کا ماں، باپ، بھائی، بہن کی زندگی ہی میں انتقال ہو چکا تھا اور تادم تحریر محمد ظہیر ابوالعلا بھی وفات کر چکے ہیں اب صرف چھوٹی لڑکی صفورا خاتون زندہ ہے...... زبیدہ خاتون اپنے والدین، شوہر، ایک لڑکا اور دو لڑکیوں کی حیات میں رحلت کر گئی تھیں......

چھوٹی لڑکی خدیجہ خاتون کی شادی مولانا نورالحق باشندہ جھل جھلی سے ہوئی تھی جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ پہلے مولانا موصوف کی برادری میں مشورہ ہوا کہ دوسری جگہ پیغام ڈالنے سے کہیں بہتر و مناسب ہے کہ حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ کی چھوٹی لڑکی کیلئے پیغام دیا جائے حسب مشورہ دو شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنے کا مقصد بتایا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس معاملہ میں کچھ مشورہ کرنا ضروری ہے لہذا آپ حضرات پندرہ دنوں کے بعد تشریف لائیں جو مشورہ ہوگا بتا دیا جائیگا۔ مہمانوں نے رات گزاری اور صبح چائے نوشی کے بعد گھر چلے گئے اس رشتہ کے سلسلے میں حضرت نے چند لوگوں سے تبادلۂ خیال کے بعد اہلیہ سے بتایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس نے دو سال تک یہاں بچوں کو تعلیم دی تھی صورت و سیرت سے واقفیت ہے اور دوسری جگہوں سے جو پیغامات آئے ہیں ان سب میں یہ رشتہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ اور خاص خوبی یہ ہیکہ لڑکا صرف تعلیم یافتہ ہی نہیں ہے۔ عالم دین ہے۔ ان ساری باتوں پر غور کرنے کے بعد نیک دل بی بی نے بھی اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا...... پوچھ گچھ اور باہمی مشورہ میں پندرہ دن گزر گئے اور جھل جھلی کے مہمان بھی آپہونچے حضرت نے مخصوص لوگوں کی اس موقع پر دعوت کی، ناشتہ ہوا چائے نوشی سے فارغ ہو جانے کے بعد یہ سوال ہوا کہ شادی سے پہلے جو رسم ادا ہوتی ہے وہ بڑے پیمانے پر ہو یا مختصر انداز میں...... مہمانوں نے عرض کیا کہ آپ لوگ جس انداز میں تیار ہوں...... اس سوال کے بعد زیورات کی بات نکلی اس پر حضرت نے فرمایا "یہ سب طے کرنے کی ضرورت نہیں جو ان لوگوں کی پسند ہوگی لائینگے البتہ مہمانوں کے سلسلے میں وضاحت کر دی جائے تاکہ انتظام میں دشواری پیدا نہ ہو"...... مہمانوں کی تعداد بیس پچیس بتائی گئی اور پندرہ دن کا وقت مقرر ہوا۔ ٹھیک پندرہ دنوں کے بعد مہمان بعد نماز مغرب پہونچ گئے بڑی خندہ پیشانی سے ان کا استقبال ہوا اور سلیقہ سے مہمان نوازی ہوئی۔ کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے شادی کی تاریخ بھی مقرر ہوگی...... تاریخ مقررہ میں عشاء سے کچھ پہلے برات آکر لگ گئی بڑی سادگی کے ساتھ...... ذمہ دار حضرات بیٹھے اور دین مہر طے ہو جانے کے بعد نکاح ہوا پھر کھانے پینے کا دور چلا، رات گذری اور صبح رسم رخصتی ادا ہوئی، اس طرح یہ تقریب

شادی اختتام پذیر ہوئی

چھوٹی لڑکی خدیجہ خاتون کے بطن سے تین لڑکے، سلیم الظفر، حمید اصغر اور محمود ولی مظفر پیدا ہوئے۔ بڑے لڑکے سلیم الظفر کچھ عرصہ پہلے انتقال کر گئے باقی دونوں لڑکے ابھی حیات سے ہیں۔ خدا ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے

سانحۂ ارتحال

موت کا ایک دن معین ہے۔ جب وہ ساعت، لمحہ اور پل آجاتا ہے تو نبی و رسول، غوث و قطب، ولی و بزرگ بلکہ ہر فرد بشر، بلکہ ہر مخلوق کو اس خاکدان گیتی سے رحلت کرنا پڑتا ہے۔ یہ قدرت کا اصول اور رب قدیر کا قانون ہے ...... زمین تپ رہی تھی دھرتی کا سینہ جل رہا تھا اور ذرہ ذرہ بوند بوند کو ترس رہا تھا باران رحمت کا دور تک پتہ نہ تھا سبزہ و گیاہ خشک پڑے تھے اور خشک سالی کا موسم تھا اور خلق خدا بیحد پریشان تھی لوگ سوچ رہے تھے کہ استسقاء کی نماز پڑھی جائے شاید الٰہی کا کرم ہو جائے اور فضل الٰہی کا دروازہ کھل جائے ...... اس خشک سالی و خشک موسم میں وہ مرد نیک خو، خوش خصال، پاکیزہ سیرت، صاحب کردار، اپنے وقت کا چراغ ہدایت، اپنے زمانے کی شمع ولایت، درویش کامل، مرشد برحق، قطب پورنیہ سیدنا و مولانا شاہ شرف الدین علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے پُرشکوہ بیٹھک میں سفر آخرت کی تیاری کر رہے تھے ...... رات کا پچھلا پہر تھا نماز تہجد سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر استراحت فرما رہے تھے کہ زبان مبارک سے یاحق یاحق کی صدا بلند ہوئی اور ۳۰ رشوال المکرم شب شنبہ ۱۳۶۹ھ کو شوق دیدار الٰہی میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ......

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے ادھر نکلے

وصال پُر ملال کی خبر بجلی کی طرح کوند گئی اور پاس پڑوس کے گاؤں میں رات ہی میں پہونچ گئی اور لوگ گریہ وزاری کرتے ہوئے آنے لگے لیکن فجر کے بعد جو لوگوں کا طوفان شروع ہوا وہ ناقابل بیان ہے۔ وصال کی خبر پورے علاقہ میں بلکہ دور دراز مقامات تک پہونچ گئی اور مرد و عورت، بوڑھے بچے اور جوان خانقاہ میں اس کثرت سے جمع ہو گئے کہ احاطۂ خانقاہ میں گنجائش نہ رہی گویا کہ انسانوں کا ایک سیلاب تھا جو یہاں پر موجزن تھا بعد نماز ظہر کچھ ہلکے ہلکے بادل آسمان پر چھانے لگے اور دیکھتے دیکھتے قطروں کا نزول ہونے لگا پھر بارش ہونے لگی اور وہ بھی موسلا دھار بارش بعد نماز عصر جنازہ کی تیاری شروع ہوئی اور خانقاہ کے وسیع و عریض گراؤنڈ

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

میں اذان خانہ کے قریب جسد پاک رکھا گیا۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر طرف انسان ہی انسان دکھائی دے رہے تھے غرض کہ جس کو جہاں جگہ ملی نماز جنازہ کیلئے کھڑا ہو گیا۔ مسجد سے بالکل متصل دکھن جانب اور سماع خانہ سے جانب مغرب بالکل متصل ایک قطعۂ آراضی ہے جو حضرت کی مخصوص اور ذاتی قبرستان ہے آپ کی بڑی صاحبزادی اور آپ کی اہلیہ محترمہ جو آپ سے پہلے وصال کر چکی تھیں اور آپ کے صاحبزادے جو بچپن ہی میں وفات کر چکے تھے سب اسی قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں .... حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی لاڈلی بیٹی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیٹی عائشہ مجھے بتانا کہ میرے سرکار جب دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے کفن میں کتنے کپڑے تھے تاکہ صدیق کا سفر آخرت بھی حضور کی اتباع ہی میں ہو...... جو مرید فنافی الشیخ ہو جاتا ہے اس کی آرزو یہی ہوتی ہے کہ شیخ کی اتباع کرے جو دراصل سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع ہے۔ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ رحمان پور میں مسجد سے بالکل متصل جنوبی حصہ میں آسودۂ خاک ہیں لہذا حضرت شاہ شرف الدین قدس سرہ گانگی نے مسجد سے بالکل متصل جنوبی حصہ میں اپنے لئے جگہ مخصوص کر دی تھی کہ مسجد کی جالی سے قبر انور کا نظارہ ہو سکے ...... بہر حال آپکے مرید و داماد حضرت مولانا نورالحق مرحوم نے نماز جنازہ پڑھائی بعد نماز بارش اور تیز ہوگئی کہ سطح قبر کی خاک نم ہوگئی مشکل سے جسد خاکی قبر انور میں رکھا گیا اور آپ اپنی آخری قیام گاہ میں محو خواب ہو گئے، دفن کے بعد مغرب کی نماز ہوئی......

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

وصال کے دن، دو بجے دن سے جو کھانا آنا شروع ہوا تو اس قدر کھانا آگیا کہ سماع خانہ کا چوتھائی حصہ کھانے سے بھر گیا۔ قرب و جوار کے جو لوگ تھے وہ گھر واپس ہو گئے اور دور دراز علاقوں سے آنے والے حضرات جو نہ جا سکے وہ ٹھہر گئے جن کی تعداد پانچ سات سو کم نہ ہوگی۔ رات انہیں کھانا کھلایا گیا مگر فیضان شرف کا یہ حال کہ نصف سامان بچا رہ گیا۔ جس رات حضرت کی تجہیز و تکفین ہوئی بھونچال کا شدید جھٹکا محسوس کیا گیا جسکے باعث تالاب کا پانی اچھل اچھل کر احاطۂ خانقاہ تک پہونچ گیا اور تھوڑی ہی دور پر پورب کی جانب ندی پر ایک باندھ تھا اس بھونچال سے وہ بھی ٹوٹ گیا۔ یہ حضرت کی کرامت تھی ...... جن دنوں مؤلف اور نبیرۂ شاہ شرف مولانا حمید اصغر صاحب سوانح کا یہ مسودہ تیار کر رہے تھے موصوف نے تاریخ وصال کیلئے یہ شعر کہا تھا

بہ نم گفتا وحیدی سال وصالش براری
فریضہ جاں برب رفت بجاں نثاری

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

شعر کے وزن اور بحر سے قطع نظر غالباً پہلے مصرعے سے سال رحلت نکلتا ہے۔ اور مؤلف نے یہ شعر کہا تھا

شرف در دین چوں من سال وصالش جستم
ہاتفے در دل من گفت وصال اقدس
۱۳۶۹ھ

حضرت کے خلفاء

اس عہد میں پیری مریدی کا جو حال ہے وہ سب پر عیاں ہے جسے دیکھو شیخ وقت بنا ہوا ہے۔ پیران وقت خلافت بانٹ رہے ہیں اور نا اہل مریدوں کو شیخ و مرشد بننے کی ہوس...... اور آجکل خانقاہوں کا جو حال وہ ناگفتنی ہے پیروں کی وراثت جاری ہے اور نا اہل صاحبزادوں کو سجادہ نشین بنایا جا رہا ہے جو سجادگی کی آڑ لیکر دنیا کما رہے ہیں۔ شاید انہیں حالات کو دیکھ کر ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ نے اپنی حیات طیبہ میں صرف دو آدمیوں کو خلافت و اجازت مرحمت فرمائی ایک حضرت مولانا شمس الدین جو ایک زبردست عالم دین، صوفی مزاج اور درویش صفت انسان خاص گانگی کے باشندہ تھے، حضرت کی زندگی ہی میں وصال فرما گئے تھے۔ وہ اپنے گھر کے قریب ہی مدفون ہیں اور دوسرے خلیفہ حضرت مولانا شمس الہدیٰ جو موجودہ بنگلہ دیش رنگ پور کے رہنے والے تھے۔ رنگ پور غیر منقسم ہندوستان ہی کا حصہ تھا اس لئے اپنے زمانہ میں پیر و مرشد کے پاس آتے جاتے رہے پھر انکا نام و نشان نہ ملا اس طرح محدود پیمانے پر دو ہی خلفاء کا سراغ ملتا ہے کیونکہ حضرت نے معیار خلافت کے مطابق جسے پایا اسے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ یونہی مریدین ہزاروں تھے مگر ان میں کسی کو بھی اس قابل نہ پایا کہ اسے خلعت خلافت سے عزت بخشی جائے۔ بہر حال حضرت شاہ شرف الدین قدس سرہ کی چشم و نظر کی گہرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی ظاہری حیات کیا تھی اور طریق ولایت میں آپ کا کیا مقام تھا

واللہ اعلم

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

کرامات

ہم گذشتہ اوراق میں اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ کسی خدا رسیدہ بزرگ کی سب سے بڑی کرامت سیرت مصطفیٰ ﷺ کی ناز برداری اور قانون شریعت کی فرمانبرداری اور استقامت ہوا کرتی ہے۔ ہوا پر اڑنا، یا پانی پر چلنا یہ بزرگی کی دلیل نہیں، کہ یہ چیزیں جادوگروں سے بھی بسا اوقات صادر ہو سکتی ہیں، سنیاسی اور جوگی بھی تو صد ہا کرتب کر لیتے ہیں مگر انہیں کوئی بزرگ نہیں کہتا...... اس لئے محیر العقول اور تعجب میں ڈالنے والی چیزیں اگر کسی شخص سے ظاہر ہو جائیں تو یہ بزرگی کی علامت نہیں۔ لیکن کرامت ایک شرعی چیز ہے جس پر اعتقاد ضروری ہے اور ہمارے بزرگان دین سے بڑی بڑی کرامتوں کا صدور ہوا ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے

کرامت خرق عادت کا نام ہے یعنی عادت کے طور پر جو چیز نہ ہو سکے بلکہ خلاف عادت ہو۔ انسان مین پر چلتا ہے یہ کرامت نہیں کہ یہ اسکی عادت ہے۔ اگر وہ ہوا پر اڑنے لگے تو عادةً یہ محال ہے اور یہ اس کی کرامت ہو سکتی ہے جبکہ وہ صاحب شریعت ہو......

معجزہ وہ عجیب وغریب فعل اور محیر العقول چیز ہے جو کسی مدعی نبوت کے ہاتھ پر دعویٰ کی تصدیق کیلئے ظاہر ہو جیسے عصائے کلیم ودم عیسیٰ (علیہما السلام)

ارحاص وہ عجیب وغریب کام جو نبی کے ہاتھ پر دعویٰ نبوت سے قبل ظاہر ہو۔ جیسے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر حضور ﷺ کی برکات۔

استدراج وہ عجوبہ جو دست کافر پر ظاہر ہو جیسے سنیاسی و جوگی کے کرتب۔

کرامت وہ محیر العقول چیز جو نبی کے پکے سچے امتی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ جیسے غوث اعظم وخواجہ کی کرامات۔

شیخ طریقت، مرشد برحق حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ جو پابند شریعت اور مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کے عملی پیکر تھے ان کی یہ استقامت خود ایک کرامت تھی پھر بھی ان سے کچھ ایسی چیزیں دیکھنے میں آئیں جن کو ہم کرامت سے تعبیر کرتے ہیں......

واقعہ چھوٹی صاحبزادی کے رشتۂ ازدواج سے جب آپ کو فراغت حاصل ہوئی تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ کافی عرصہ سے مریدوں کے یہاں نہیں پہونچ سکا لہذا جانا چاہئے۔ خادم و ملازم پر رات ہی میں اپنا ارادہ ظاہر فرمایا لہذا صبح سویرے ہی بعد ناشتہ اپنی بیل گاڑی سے روانہ ہو گئے بانس باڑی میں ایک مرید کے گھر ٹھہرے اور شام تک جھینگا کھ پہونچ گئے رات قیام فرما کر تڑکے ہی ناشتہ کر کے روانہ ہو گئے دوپہر تک روپئی میں چائے

نوشی فرمائی پھر وہاں سے بیتا گھائی ایک مرید کے گھر کچھ دیر قیام فرما کر بعد نماز عصر ٹنگٹنگی فردکش ہوئے اور رات میں صوفی کلیم الدین کے گھر قیام فرمایا اسی موقع پر داناپور پٹنہ کے پیر طریقت حضرت شاہ ایوب ابدالی جو خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے اپنے مریدوں کے یہاں بیگنا آئے ہوئے تھے بعد نماز مغرب انہوں نے صاحب خانہ معین الدین سے کہا "صوفی کلیم الدین کے گھر جانا ہے"...... صاحب خانہ نے عرض کیا اس وقت رات ہو گئی آپ صبح چلے جائیں اس پر شاہ ایوب نے فرمایا صوفی کلیم الدین کا گھر کتنی دوری پر ہے؟ ...... جب پتہ چلا کہ تقریباً ایک میل دور ہے تو شاہ ایوب نے فرمایا تو پیدل چلنا بہتر ہوگا۔ حالانکہ صبح ناشتہ تیار تھا مگر ناشتہ کے بغیر صاحب خانہ کے ہمراہ پاپیادہ چل پڑے اُدھر شاہ شرف الدین قدس سرہ مریدین وحاضرین سے محوِ گفتگو تھے اور صوفی کلیم الدین نے بعد فجر سب کیلئے ناشتہ بڑے قرینے وسلیقے سے سجا رکھا تھا۔ اچانک حضرت نے بڑی بے تابی کے ساتھ خادم سے فرمایا " جلدی گاڑی تیار کرو" اور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے صوفی کلیم الدین پیہم اصرار کرتے رہے کہ ناشتہ کرلیا جائے مگر حضرت نے ان کی بات پر توجہ دیئے بغیر فرمایا کہ مجھے ابھی بیگنا معین الدین کے گھر جانا ہے آنے کے بعد ہی ناشتہ ہوگا دیکھنے والے حیران وششدر تھے کہ آخر کیا بات ہے اتنی جلدی کس واسطے ہے حضرت بڑی تیزی کے ساتھ گاڑی پر بیٹھے اور روانہ ہو گئے جب معین الدین کے گھر کے پاس آم باغ کے قریب پہونچے تو حضرت شاہ ایوب ابدالی آپ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اتنی تیزی میں آپ کہاں جا رہے ہیں؟ "حضور کی ملاقات کیلئے" یہ فرماتے ہوئے گاڑی سے اتر گئے کیونکہ وہ پاپیادہ تھے قدم بوس ہونا ہی چاہتے تھے کہ حضرت شاہ ایوب نے آپ کو سینے سے لگالیا، معانقہ کیا اور فرمایا "ہم تو آپ کے پاس ہی جا رہے تھے شاہ شرف نے گاڑی میں بیٹھنے کی خواہش ظاہر کی مگر انہوں نے انکار کردیا۔ پھر دونوں معین الدین کے گھر پہونچے اور چائے پی کر اجازت چاہی جب آپ ٹنگٹنگی پہونچے تو لوگ اسی انداز میں بیٹھے ہوئے تھے اور ناشتہ بھی اسی طریقے سے رکھا تھا پھر آپ نے حاضرین ومریدین کے ساتھ ناشتہ تناول فرمایا اور دوپہر کا کھانا کھا کر گھر کیلئے روانہ ہو گئے۔ ٹنگٹنگی اور بیگنا دونوں گاؤں کا تقریباً ایک میل کا فاصلہ، دور حاضر کی طرح برقی مواصلات بھی نہیں مگر دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے کا علم ہوا اور ملاقات کے خواہشمند ہوئے۔ جب آئینۂ دل کدورت سے صاف ہوتا ہے تو سارے حجابات اٹھ جاتے ہیں ساری چیزیں آئینۂ دل میں عکس ریز ہو جاتی ہیں اور پھر کشف و کرامت کا ظہور ہونے لگتا ہے......

واقعــــہ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین جو آپ کے پیر ومرشد تھے وہ اپنے مرشد شاہ لطیف علی قدس سرہ متن گھاٹ پٹنہ کا عرس کیا کرتے تھے اور حضرت شاہ شرف الدین قدس سرہ بھی اس موقع پر عرس شریف میں رحمان

پور جایا کرتے تھے۔ ایک بار آپ انتہائی مصروف تھے کہ تاریخ عرس قریب تر ہوگئی اور طرفہ تماشہ یہ کہ ایک بیل بیمار ہوگیا عرس میں جانا ضروری، اور یہاں بیل کی حالت ٹھیک نہیں اس پریشانی کے عالم میں آپ نے اپنے خادم کو بھوپلا کے ایک جانثار مرید میاں دھولا کے گھر روانہ کیا اور خادم کو یہ تاکید فرمادی کہ وہ میاں دھولا کو اپنے ساتھ لائے ...... ادھر میاں دھولا پٹ سن فروخت کرنے کیلئے سن لدوا رہا تھا جن میں ایک کرایہ کی گاڑی تھی اور پٹ سن کو کشن گنج لے جانا تھا ...... پیر و مرشد کی بات سن کر وہ گانگی دوڑا چلا آیا اور پیر و مرشد سے اپنا حال کہہ سنایا حضرت نے روک دیا اور فرمایا کہ ہم سوموار تک عرس سے واپس آجائینگے اور تم منگل کے دن سن فروخت کرنے کیلئے کشن گنج جانا اور کرایہ دار سے بھی کہہ دینا کہ پیر و مرشد منع کر رہے ہیں ...... بہر حال بیل کا انتظام ہوگیا اور حضرت عرس میں تشریف لے گئے۔ اور ٹھیک سوموار کے دن عرس سے لوٹ آئے اور میاں دھولا حسب فرمان سن فروخت کرنے کیلئے منگل کے دن کشن گنج پہونچا تو نرخ کے اعتبار سے بیس روپے کا مزید فائدہ ہوا۔ اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ بزرگان دین کی نگاہ نہ صرف ماضی و حال پر بلکہ مستقبل پر بھی ہوتی ہے۔

واقعہ یہ کرامت جو میں لکھنے جا رہا ہوں مختلف انداز سے بیان کی جاتی ہے، مگر ہے سب دریا عبور کرنے ہی سے متعلق ......! مجھے باوثوق ذریعہ سے جو روایت ملی اسے درج کر رہا ہوں۔ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ کا عرس مبارک چونکہ قمری مہینہ کے مطابق ہے اس لئے موسم بدلتا رہتا ہے کبھی جاڑے میں تو کبھی برسات میں ...... موسم برسات ہونے والے ایک عرس کا ذکر ہے کہ ندی نالے سب بھرے ہوئے تھے اور حضرت کو پیر و مرشد کے عرس میں شرکت کرنی تھی اور تکیہ شریف رحمان پور جانے کیلئے سوائے ٹرین کے نہ اس وقت کوئی ذریعہ تھا، نہ اب ہے اور جس زمانے کا یہ ذکر ہے ٹرین بعد فجر ہی ملتی تھی اس لئے حضرت کا معمول یہ تھا کہ کشن گنج پہونچ کر فضل الرحمٰن چیرمین کے گھر شب باشی فرماتے اور صبح ٹرین کے ذریعہ رحمان پور پہونچتے۔ چنانچہ دو خادم کو ساتھ لیکر بعد نماز ظہر بیل گاڑی سے روانہ ہوگئے اور بڑی مشکل سے تا مغرب مہاندی موجا باڑی گھاٹ پہونچے۔ مہاندی میں بڑی طغیانی تھی اور گھاٹ پر سناٹا ...... خادموں نے حضرت کے حوالہ سے آواز دی تو کسی نہ کسی طرح سے آواز دوسرے کنارہ تک جا پہونچی، گھاٹ والوں نے جواب دیا کہ شدید طغیانی کی وجہ سے دو دنوں سے لوگوں کا آنا جانا بند ہے کشتی کنارہ سے بندھی ہے اور ملاح بھی کشتی چلانے کیلئے تیار نہیں۔ حضرت یہ ماجرا دیکھ کر بڑے متفکر ہوئے ایک طرف موج دریا اور دوسری طرف عرس کی حاضری ...... جذبۂ عشق کہتا ہے طوفانوں سے کھیلنا اچھا ہے اور حالات کہہ رہے ہیں کہ اندیشۂ جان ہے اسی کشمکش میں عشق کا فیصلہ ہوا کہ جانثاری عشق کا امتحان ہے، اور عشق میں طوفانوں سے گذرنا پڑتا ہے۔

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

رہ الفت خطرناک ست پنہانش نظر در کن
دراں وادی کہ عشق اوست تن با سر نمی سازد

آپ نے خادم سے فرمایا کہ خاموش بیٹھ جاؤ اور خود بیلوں کی ڈوری ہاتھ میں لے لی پیر و مرشد کی نگاہ کرم کا تصور کر کے گاڑی ہانکنا شروع کر دیا اور کچھ ہی دیر بعد گاڑی دوسرے کنارہ پر تھی۔ فضل الرحمن چیرمین کو مہاندی کے سیلاب وطغیانی کی خبر تھی کہ دو دن سے آمد و رفت بند ہے جب آپ ان کے گھر پہونچے تو وہ حیرت زدہ رہ گئے مگر خادموں نے سارا ماجرا کہہ سنایا اور کرامت کی یہ خوشبو علاقہ میں پھیل گئی۔

واقعہ خانقاہ کے مشرقی جانب بھنڈار میں پٹ سن رکھا تھا کسی بد باطن کمینے شخص کی نیت بگڑ گئی اور پٹ سن چرانے کی نیت سے آیا رات کا کافی حصہ گذر چکا تھا، خانقاہ کے بام و در محو خواب تھے، ہر طرف سناٹا تھا چور نے بھنڈار کے چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر اسے کہیں اندر گھسنے کا راستہ نظر نہیں آیا صرف دروازہ کے پاس اتنا خلا نظر آیا جس سے وہ بمشکل اندر داخل ہو سکتا تھا بہر حال کسی نہ کسی طرح وہ اندر داخل ہوا اور پٹ سن نکالنا چاہا اچانک جیسے کسی چیز نے اسے دبوچ لیا۔ پھر کیا تھا وہ بے بسی کے عالم میں بری طرح کراہنے لگا۔ اس کراہنے کی آواز پر خادم کی آنکھ کھلی۔ اکیلے تو اسے ہمت نہ ہوئی لہذا اس نے دوسرے خدام کو بھی بیدار کر دیا اتنے میں آواز حضرت کے گوش ہوش تک پہونچ گئی اور حضرت نے خدام سے فرمایا کیا بات ہے؟ خدام نے عرض کیا حضور کوئی شخص بھنڈار میں کراہ رہا ہے شاید کوئی چور ہے اور پٹ سن نکالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا جاؤ دیکھو کیا معاملہ ہے جب دروازہ کھولا گیا تو عجب ماجرا تھا ایک شخص پٹ سن کے بوجھا سے ہاتھوں کو الگ کرنا چاہتا تھا مگر وہ الگ نہیں کر پا رہا تھا جیسے اس میں چپکا ہوا ہو۔ حضرت نے جب یہ ماجرا سنا تو فرمایا جاؤ اس سے کہہ دو پھر کبھی ایسا غلط کام نہیں کریگا اس طرح اسے اس بلائے ناگہانی سے نجات ملی......

واقعہ ایک عرب باشندہ، قاری کے نام سے مشہور، سیاح مزاج، یہاں اور وہاں رہنے والا کچھ دنوں بارہ ڈنگا ستال جناب جھری بخش کے یہاں رہا۔ زمینداروں سے تعلق پیدا کر کے تھوڑی زمین بھی حاصل کر لی۔ جس میں گھر بار بنا کر ازدواجی زندگی گذار رہا تھا اکثر خانقاہ اور حاجی قمر الدین کے گھر آتا جاتا رہتا تھا جب وہ ضعیف العمری کو پہونچا تو اپنے مصاحبین کو یہ وصیت کی کہ اگر میرا یہاں انتقال ہو جائے تو میری نماز جنازہ حضرت مولانا شاہ شرف الدین سے پڑھوانا اور یہ وصیت لوگوں کو یاد تھی...... جب اس کا انتقال ہو گیا تو وصیت کے مطابق آدمی خانقاہ گانگی پہونچا۔ یہ عجب اتفاق تھا کہ حضرت پندرہ دن قبل رادھا نگر نیپال کے دورے پر چلے گئے تھے قاصد بے نیل مرام واپس آیا اور حضرت کی عدم موجودگی کی خبر لایا اب سوال یہ تھا کہ نماز جنازہ کون پڑھائیگا؟

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

چنانچہ باہمی مشورہ سے یہ طے پایا کہ جو شخص متقی، پرہیز گار و نمازی ہو وہی نماز جنازہ پڑھائیگا۔ لہٰذا جنازہ اٹھایا گیا اور قبرستان کے پاس لاکر رکھا گیا اسے کشف کہئے یا کرامت کہ حضرت سفر کرتے ہوئے اپنے مرید منشی مہر علی کے گھر قیام پذیر تھے اور شام ہی کو حضرت نے فرمادیا تھا کہ ایک جگہ جانا نہایت ضروری ہے اس لئے نماز فجر کے بعد ہی روانہ ہوجائینگے۔ غرض کہ حضرت نے نماز فجر پڑھی، اوراد و وظائف سے فارغ ہوکر روانگی کیلئے کھڑے ہوئے تو صاحب خانہ نے اصرار کر کے قدرے ناشتہ تناول کرایا پھر بڑی عجلت اور تیزی کے ساتھ گاڑی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہوئے......لوگ جنازہ کے پاس موجود تھے اور ادھر ادھر دیکھ بھی رہے تھے اتنے میں ایک بیل گاڑی نظر آئی جو بڑی تیزی کے ساتھ آرہی تھی جب گاڑی قریب پہونچی تو لوگ پہچان گئے پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اس طرح مرنے والے کی وصیت پوری ہوگئی.................

واقعہ حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ جب کشن گنج تشریف لے جاتے اور نماز جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوتا تو آپ گھاس پٹی مسجد ہی میں نماز ادا فرماتے حسن اتفاق کہئے کہ وکیل صدیق باغیچہ کسی ضرورت سے جمعہ کے دن بازار کی طرف نکلا۔ اتنے میں اذان ہوگئی اور وہ جمعہ کیلئے گھاس پٹی مسجد پہونچے جب وہ وضو کر کے داخل مسجد ہوئے تو پہلی صف میں حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ نظر آئے انہوں نے اپنی سنتیں پڑھیں اور جب خطبہ کا وقت ہوگیا تو عقیدت مندوں نے حضرت ہی سے جمعہ پڑھانے کی خواہش ظاہر کی لہٰذا آپ ہی نے نماز جمعہ پڑھائی وکیل موصوف نے بعد نماز آپکو تلاش کیا کہ شرف ملاقات حاصل ہو مگر آپ کہیں بھی دکھائی نہ پڑے وکیل موصوف اپنے گھر آئے اور کاروبار دنیا سے جب فرصت ملی تو خیال آیا کہ گذشتہ جمعہ کشن گنج میں حضرت سے ملاقات نہ ہو پائی تھی کیوں نہ اس جمعہ کو گانگی خانقاہ میں نماز پڑھی جائے۔ حضرت کی زیارت بھی ہوجائیگی اور وہیں سے کشن گنج روانہ ہوجائینگے۔ بہرکیف وکیل موصوف گانگی خانقاہ شریف جمعہ ہوئے حضرت حسب دستور اپنی مسند پر تشریف فرما ہوئے اور مولانا نورالحق بھی قریب بیٹھے تھے چائے نوشی ہورہی تھی کہ وکیل موصوف نے حاضر خدمت ہوکر سلام و مصافحہ کیا تو حضرت نے استفسار فرمایا ''آج آپ یہاں کیسے آگئے''؟ ''گذشتہ جمعہ آپ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی تھی لیکن بعد جمعہ آپ کو بہت ڈھونڈھا مگر آپ نہ ملے سوچا کہ گھر پر حاضری دیدوں اور جمعہ بھی پڑھ لوں'' اس پر مولانا نورالحق نے کہا'' گذشتہ جمعہ حضرت نے خانقاہ ہی میں نماز پڑھائی تھی کہئے تو سارے نمازیوں کی شہادت دلوادوں لیکن وکیل موصوف کسی حال میں یہ بات ماننے کیلئے تیار نہ تھے حضرت خاموش تھے اور بحث بڑھتی جارہی تھی اس لئے حضرت نے معاملہ کی نزاکت دیکھ کر دونوں کو خاموش کردیا..................

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

دیدوشنید

میں یہ لکھ چکا ہوں کہ حضرت کے حالات زندگی حجاب میں ہیں اور ہم مرور ایام کی وجہ سے ان کی ظاہری حیات سے اتنی دوری پر ہیں کہ ان تک ہماری رسائی ممکن نہیں اور طرفہ تماشا یہ ہیکہ یہ کام اتنی تاخیر سے شروع ہورہا ہے کہ حضرت کے شب وروز کو دیکھنے والے بہت کم رہ گئے اس کے باوجود مجھے جہاں جہاں انکے نقوش کا سراغ ملا، وہاں پہونچا اور لوگوں سے زبانی طور پر کچھ معلومات فراہم ہوئیں جنہیں درج کر رہا ہوں۔

جناب منشی محمد سلطان صاحب (خاص گانگی)

حضرت نے دودھ دینے والی ایک گائے خریدنے کی بات چیت طے فرمائی جس کی قیمت تیس روپے ٹھہری اسی اثناء میں منیر الدین کلک ٹولی گانگی نے فروخت شدہ گائے کی قیمت پر دو روپے کا اضافہ کرکے گائے خرید لی جب وہ شخص گائے لیکر جانے لگا تو خادم نے عرض کیا...... "حضور وہ گائے تو فلاں شخص لے جارہا ہے" حضرت کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ نہایت صبر وتحمل سے ارشاد فرمایا...... "وہ خرید کر اس گائے کو لے جارہا ہے تو لے جانے دو......" اللہ کے ایک مقرب بندے کی خریدی ہوئی گائے کی قیمت بڑھا کر خریدنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس گائے اور بچہ کی کھال سے پہلے تو بال اڑ گئے پھر اسکی رنگت دھیرے دھیرے سیاہ پڑنے لگی اور اخیر میں اس کی عجب حالت ہوگئی............ خدا نہ کرے کہ کوئی اللہ والوں کی دل آزاری کرے۔

عبدل (پچھم ٹولہ کا باشندہ، گاڑی بان) بچپن علی (خانقاہ کا خدمت گزار اور گاڑی بان بھی)

رمضان علی (نیا ٹولی بائسی، حضرت کا خادم) اور پیر محمد (سلام پور، مؤذن وخادم)

فرحت اللہ مہیار پور کا کوئی اچھا آدمی نہ تھا مگر حضرت کی صحبت میں اس میں اچھائی پیدا ہوگئی، ہاٹ بازار سے سودا سلف لانا اسکے ذمہ تھا اور مسجد میں اذان بھی دیا کرتا تھا اس کا انتقال اپنے گھر پر ہوا حضرت اپنی بیل گاڑی سے جارہے تھے کہ اثنائے راہ میں گاڑی پلٹ گئی اور حضرت واپس آگئے اور جنازے میں شرکت فرمائی

محمد ابراہیم (پتھار بستی گانگی)

حضرت نماز جمعہ پڑھ کر مسجد سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے سلام پور کا ڈلو مہاجن مسجد میں نماز کیلئے نہیں آتا ہے۔ ہماری موت کے بعد دیکھنا کیا ہوتا ہے............ ڈلو مہاجن سخت بیمار پڑا اور سارے جسم پر آبلے پڑ گئے اور گلٹی پیدا ہوگئی جو نا قابل دید تھی۔ وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گھر والوں نے غلطی سے مالش کی دوا کھلادی اور کھانے کی دوا سے مالش کردی

محمد ابراہیم پٹ سن کا تاجر تھا، دیہات میں خرید تا اور کشن گنج لیجا کر فروخت کرتا حضرت نے ایک روز اس سے فرمایا کہ ہمارے پاس کچھ پٹ سن ہے اسے لے لینا اور تاکید فرمادی کہ ۳۳ روپئے من کے نرخ سے جو پٹ سن خریدتے ہو آج ہی کشن لیجا کر فروخت کر دو ۳۵ روپئے کا نرخ ملیگا۔ حضرت کے فرمان کے مطابق جب کشن گنج لیجا کر فروخت کیا تو واقعی وہی نرخ تھا جو حضرت نے بتایا تھا...... پھر جب وہ حضرت کو رقم دینے حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ اب دو چار دن کاروبار بند رکھنا کہ نرخ گرنے والا ہے۔ واقعی جب لوگ کشن گنج پہونچے تو دیکھا کہ نرخ ۲۹ روپئے کا ہو گیا ہے.........

محمد ابراہیم رمضان شریف میں قبل عصر حاضر بارگاہ ہوا اسے اپنی ہمشیرہ کیلئے تعویذ لینا تھا عرض حال کیا اتنے میں عصر کی اذان ہوئی اور نماز عصر پڑھی گئی پھر حضرت حسب معمول مریدوں کے ہجوم میں جلوہ گر ہو گئے اور حاجتمندوں کی سنتے رہے اور اتنی دیر ہو گئی کہ وقت مغرب آ گیا اور ایک تھال میں سامان افطار لا کر رکھ دیا گیا...... حضرت نے فرمایا ہم سب مسلمان ہیں ایک ہی تھال میں افطار کرینگے، بعد افطار مغرب کی نماز ہوئی اور دھیرے دھیرے رات کی سیاہی پھیلنے لگی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں آس پاس جنگل جھاڑ تھے جن میں جنگلی سور رہا کرتے تھے اور یہ سور کبھی کبھی راہ گیروں کو نقصان پہونچاتے تھے۔ راوی کو یہی خطرہ لاحق تھا پھر حضرت نے تعویذ عنایت فرمایا اور پشت پر دست کرم پھیر دیا جس کی وجہ سے اس کے دل سے وہ اندیشہ جاتا رہا اور وہ بڑے اطمینان سے گھر واپس آیا......

پتھار بستی گانگی میں جھنڈاری نام کا ایک آدمی تھا جو ہلکی پھلکی کاشت کرتا تھا دھان کی فصل کاٹنے کا موسم تھا حضرت اسی موقع پر اس کے گھر تشریف فرما ہوئے دیکھا تو وہ دھان کی مالش کر رہا تھا حضرت نے فرمایا "ایک من دھان خانقاہ میں دیدو"...... اس نے عرض کیا کہ حضور یہ پہلی مالش ہے "تم دیدو اللہ تم کو برکت عطا فرمائیگا" دھان اس نے حضرت کے حوالے کر دیا اور واقعی دوسری مالش میں اللہ تعالیٰ نے خوب برکت عطا فرمائی......

مولانا غلام یٰسین ابن منور علی مرحوم متھرا پور بائسی

میرے والد مرحوم چونکہ حضرت کے مرید خاص تھے لہٰذا بائسی کے دورے پر جب بھی تشریف لاتے میرے گھر ضرور قدم رنجہ فرماتے۔ گھر کے قریب ندی تھی جس کا بہت زیادہ کٹاؤ تھا اور یہ اندیشہ درپیش تھا کہ کہیں گھر بہا کر نہ لیجائے۔ حضرت سے التجا کی کہ ندی کے کٹاؤ سے گھر بار تباہ ہو جانے کا خطرہ ہے دعا فرمادیں آپ نے دعا فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ندی کا کٹاؤ رک گیا اور تقریباً پچاس سال تک ندی نے پھر اپنا رخ نہیں بدلا۔

الحاج ضمیر الدین (بھگر بناڑی)

حضرت عموماً اپنی بیل گاڑی سے گانگی ہاٹ تشریف لایا کرتے اور التابازی کے محمد علی کی دکان کے سامنے بیل گاڑی ٹھہرا کرتی تھی وہ ہاٹ کا دن تھا حضرت بیٹھے ہوئے تھے دور سے چہرۂ انور پر جب نگاہ پڑی تو ایسا محسوس ہوا کہ چہرے پر بجلی کوندرہی ہے، نگاہ ٹھہر نہ سکی ......

لوگ کہتے ہیں

ہرواڈ نگا میں برات علی نام کا ایک مشہور چور تھا گوہال سے مویشی کھولنا اور روپیہ لیکر واپس کردینا اس کا دھندا تھا جب اس کی نیت میں فتور پیدا ہوا تو اس نے حضرت کے بیل جو بہت اچھے اور فربہ تھے، چرانے کا منصوبہ بنایا۔ کئی بار کوشش کی مگر ناکام رہا اس نازیبا حرکت کی اسے یہ سزا ملی کہ وہ خود جاکر کہیں مرگیا یا اسے کسی نے مار ڈالا اور آج تک اس کا نشان نہ ملا ...... صبح دم کشتہ چراغوں کا دھواں بھی نہ ملا

حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ جب بہادر گنج علاقہ میں اپنی خطابت کی دھوم مچا رہے تھے تو آستانۂ شرف پر بھی حاضری دی تھی اس زمانہ میں الہ آباد کی سرزمین پر ایک دار العلوم قائم کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے مگر دار العلوم کے نام کیلئے بہت فکر مند تھے کوئی جچا تلا نام ذہن میں آنہیں رہا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ اسی بارگاہ کی حاضری کے موقع پر "دار العلوم غریب نواز" ان کے دل پر القاء ہوا......

حضرت سیدنا و مولانا سید محمد محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے متبحر عالم اور مایۂ ناز خطیب تھے جب وہ کسی جلسہ کے موقع پر خطابت کیلئے گانگی تشریف لاتے تو بارگاہ شرف میں بھی حاضر ہوتے۔ تنہائی میں صاحب مزار سے ان کی کیا گفتگو ہوئی یہ تو خدا ہی بہتر جانے البتہ حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ نے صاحب مزار کی ولایت و بزرگی کا تذکرہ لوگوں سے ضرور فرمایا......

نظام الدین تحصیل دار (کنہیاباڑی)

نظام الدین صاحب نے بتایا کہ ان کے والد انعام الحق حضرت کے بڑے جانثار مرید تھے ایک دفعہ ان کے گاؤں میں ہیضہ کی مہلک بیماری پھیل گئی اور مجھ پر اور میری بہن پر بھی اس بیماری کا حملہ ہوا میرے والد بیحد پریشان ہوئے اپنے شیخ پر کامل یقین تھا چنانچہ خانقاہ گانگی حاضر ہوئے اور حضرت سے حالات بیان کئے حضرت فوراً اپنی بیل گاڑی پر سوار ہوکر میرے گھر تشریف لائے پانی منگوایا اس پر دم کر کے مجھے اور میری بہن کو پلوایا اور پاس پڑوس کے لوگوں کو بھی پلوانے کیلئے فرمایا حسب فرمان سارے لوگوں کو پانی پلوایا گیا۔ اللہ کی شان کہ سارے لوگ اس مہلک مرض سے محفوظ ہوگئے

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

ایک روز حضرت میرے غریب خانہ تشریف لائے جمعہ کا دن تھا اور جامع مسجد میرے گھر کے قریب۔ لوگوں کو حضرت کی تشریف آوری کی خبر ہوگئی لوگ بیحد خوش تھے کہ آج حضرت کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرینگے چنانچہ جمعہ کی اذان ہوئی اور لوگ جامع مسجد آنے لگے سنتیں پڑھیں مگر حضرت ابھی تک قیام گاہ میں تشریف فرما ہیں اب خطبہ کی اذان ہونے والی ہے مگر حضرت کا ابھی تک پتہ نہیں اتنے میں شور اٹھا کہ کسی کے گھر میں آگ لگ گئی ہے حضرت نے تھوڑی سی خاک مٹھی میں لیکر کچھ پڑھا اور آگ کی طرف پھینک دیا ایک گھر تو جل کر راکھ ہو چکا تھا مگر اس سے جو بالکل متصل گھر تھا اس پر آنچ بھی نہ آئی اور آگ بجھ گئی۔ اس کے بعد حضرت جامع مسجد پہونچے اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ تاخیر کی شاید یہی وجہ تھی ....

حسن منظر قدیری

میرے گاؤں کے کچھ نوجوان کلکتہ میں اپنا کاروبار کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ تقریباً آج سے دس بارہ سال قبل خانقاہ کی میٹی تشکیل پائی تھی اور ان نوجوانوں نے وصولی کے سلسلہ میں کلکتہ آنے کی دعوت دی تھی یہ لوگ چونکہ مٹیابرج میں رہتے تھے لہٰذا دھرمتلہ سے مٹیابرج آنے کا پتہ بتادیا تھا ...... بہرحال محمد ابراہیم مرحوم اور میں بنگال بس سے دھرم تلہ تو پہونچے ضرور مگر طویل سفر میں جہت بگڑگئی اب سوال یہ تھا کہ کدھر جائیں ؟ ...... ہم اسی پریشانی میں تھے کہ ایک اجنبی شخص ہماری طرف مسکراتا ہوا آیا اور کہنے لگا آپ لوگوں کو مٹیابرج چلنا ہے؟ یہ گاڑی لگی ہے آیئے ہاشم میرا دوست ہے جہاں آپ کو جانا ہے یہ کہہ کر وہ گاڑی پر سوار ہوگیا اور ہم بھی اسی گاڑی پر بیٹھ گئے پھر دھرم تلہ سے مٹیابرج پہونچنے تک وہ شخص کہیں نظر نہ آیا ...... یہ حضرت کی روحانی مدد تھی۔

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

تعمیر مزار شریف

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ نے روحانی بالیدگی کیلئے خانقاہ کی شکل میں جو ایک فیض گاہ تعمیر فرمائی تھی ان کے وصال کے بعد اس کا سارا نظام درہم برہم ہوکر رہ گیا لہٰذا اس کے نظام کو معمول پر لانے کیلئے مریدوں، عقیدتمندوں اور جماعت کے باشعور لوگوں نے باہمی مشورہ کے بعد ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل دی جس کے سکریٹری میاں احسن الظفر اور صدر منشی مراد علی مرحوم منتخب ہوئے۔ اس انتظامیہ کمیٹی کے ذمہ خانقاہ کی دیکھ ریکھ، نظم ونسق اور مزار شریف کی تعمیر کا کام تھا اپنے شیخ کے وصال کے بعد مریدین کو کرب واضطراب تھا یہ ایک فطری بات تھی لیکن ان کی سب سے زیادہ دلی خواہش تھی کہ جلد از جلد مزار اقدس کی تعمیر ہو جائے...... لہٰذا صدر و سکریٹری اور اراکین اس اہم کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کیلئے سب سے پہلے اپنے علاقہ میں گشت کرکے چندہ فراہم کرنے لگے جب کچھ رقم فراہم ہوگئی تو مزار اقدس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس مبارک موقع پر حضرت شاہ حفیظ الدین قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ خواجہ وحید اصغر علیہ الرحمہ بھی موجود تھے اور انہیں کے دست اقدس سے سنگ بنیاد رکھا گیا...... لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس تعمیر کیلئے راج مستری خانقاہ رحمان پور ہی سے آیا تھا جس کا نام دانش تھا...... بہر حال علاقہ اور باہر سے تھوڑی تھوڑی رقم فراہم ہوتی گئی اور مزار شریف کی تعمیر کا کام چلتا رہا تا آنکہ کئی سالوں میں گنبد شریف کی تعمیر کا کام بھی مکمل ہو گیا البتہ گنبد شریف کی ساخت اتنی خوبصورت نہ ہوسکی جتنی خوبصورت ساخت مسجد کے گنبد کی ہے...... مستقبل، حال میں، اور حال ماضی میں تبدیل ہوتا رہا اور نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ گذر رہا ہے خانقاہ، مسجد اور مزار شریف کے بام و در آج بھی دعوت نظارہ دے رہے ہیں اور لوگوں کو مستفیض کررہے ہیں...... مزار اقدس زیارت گاہ علماء و مشائخ اور خواص وعوام بنا ہوا ہے۔ اور حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہٗ اپنے مزار اقدس میں آرام فرما ہیں اور زائرین کو فیض پہونچا رہے ہیں......

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

موجودہ انتظامیہ کمیٹی ! تعارف اور کارنامہ

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ کے وصال کے بعد خانقاہ کو کوئی ایسا مرد مجاہد نہ ملا جو اسے صحیح معنی میں فروغ و ترقی دیتا۔ مختلف لوگ آئے اور معمولی دیکھ ریکھ کے بعد چلے گئے وقت گذرتا رہا اور خانقاہ زبوں حالی کا شکوہ کرتی رہی تا آنکہ حضرت کے بڑے نواسے حضرت مولانا ظہیر الدین ابو العلا مرحوم نے زمام انتظام اپنے ہاتھ میں لی مگر وہ بھی خاطر خواہ ترقی نہ دے سکے۔ پھر ان کے چھوٹے نواسے حضرت مولانا حمید اصغر صاحب مدظلہ نے زمام اقتدار سنبھالی تو چراغ خانقاہ کی لو تیز ہونے کے بجائے اور مدھم ہوتی چلی گئی

لہذا خانقاہ سے تعلق رکھنے والے باشعور و حساس لوگوں نے حالات کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد ۱۹۸۹ء میں ایک متحرک و فعال انتظامیہ کمیٹی تشکیل دی اور صدارت کا بار گراں راقم الحروف کے دوش ناتواں پر ڈال دیا

حضرت نے جو مدرسہ قائم فرمایا تھا وہ ایک مکتب کی شکل میں چل رہا تھا اور سسکیاں لے رہا تھا کیونکہ خانقاہ کی آمدنی قلیل تھی۔ عرس اور وصولی سے بمشکل سال بھر میں چار پانچ ہزار کی آمدنی ہو جاتی تھی اور کسی ادارہ کی نشو و نما اور ترقی کے لئے رقم ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہوتی ہے۔ جس پر پورا جسم قائم رہتا ہے اس لئے موجودہ انتظامیہ نے سب سے زیادہ مالیات کی فراہمی پر دھیان رکھا اور اپنے دور کے پہلے ہی سال میں اس کی آمدنی تقریباً سولہ ہزار تک پہونچا دیا اس طرح سال بہ سال اس کی آمدنی بڑھتی رہی اور مدرسہ کو فروغ ملتا رہا اس وقت خانقاہ کی سالانہ آمدنی ڈھائی لاکھ سے بھی زیادہ ہے یہ حضرت کا فیض اور جماعت کے لوگوں کی بے پناہ خلوص و تعاون کا ثمرہ ہے۔ کسی ادارہ کی ترقی و شہرت کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس میں عمدہ تعلیم و تربیت، کھانے پینے کا معقول نظم اور رہنے سہنے کا عمدہ بندوبست ہو اسی نظریہ کو سامنے رکھ کر مدرسہ کے قدیم ڈھانچہ میں تبدیلی ہوئی۔ باصلاحیت و محنتی اساتذہ کا تقرر ہوا، طلباء کیلئے دار الاقامہ اور طعام کیلئے مطبخ کا اہتمام کیا گیا چنانچہ اس حسن انتظام کے بعد دیار و اطراف کے سیکڑوں بچے اب یہاں تعلیم و تربیت پاتے ہیں۔ اور تقریباً سو بچے ہاسٹل میں قیام پذیر ہیں باقی قریباً ڈیڑھ سو بچے مختلف درجات میں زیر تعلیم ہیں حضرت ہی کے زمانے سے یہ ادارہ "خانقاہ و مدرسہ" کے نام سے چلتا تھا لیکن شرعی مجبوریوں کی رو سے مدرسہ کو خانقاہ سے علیحدہ کر دیا گیا اور اس کا نام "دار النور شرفیہ" رکھا گیا۔ اب خانقاہ و مدرسہ کی حیثیت جداگانہ ہے دونوں کا حساب الگ الگ رہنے کے باوجود دونوں کی دیکھ ریکھ اسی موجودہ انتظامیہ کمیٹی کے دائرۂ اختیار میں ہے۔

انتظامیہ کمیٹی نے اس مختصر عرصہ میں نمایاں کام انجام دیئے۔ احاطۂ خانقاہ کے شمالی حصہ میں حضرت کے

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

عہد زندگی میں بڑا سا پھوس کا بنگلہ نما مکان تھا جسے مولانا ظہیر ابو العلاء مرحوم نے ٹین کے چھپر میں تبدیل کر دیا تھا اسے توڑ کر پختہ عمارت تعمیر کرائی پھر جب طلباء کے رہنے سہنے میں دشواری پیش آئی تو اس کی دوسری منزل تعمیر کرائی خانقاہ کی حفاظت کیلئے چہار دیواری بنوائی پیڑ پودے لگوائے ...... مزار اور گنبد شریف پر ٹائیل کا کام کروایا اور اندرون مزار مار بل کا فرش بنوایا، پوربی حصہ میں پختہ دیواروں پر ہاسٹل کیلئے ٹین کا ایک لمبا سا مکان بنوایا ...... نمازیوں کو گرمی اور بارش سے محفوظ رکھنے کیلئے صحن مسجد پر تعمیری کام چل رہا ہے تا کہ اس پر چھت ڈالی جاسکے ...... کمیٹی کے سامنے اور بہت سے منصوبے ہیں اور کمیٹی حوصلہ مند ہے اور اراکین کی آرزو ہے کہ

ہم کو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے

ممدوح گرامی حضرت شرفؔ علیہ الرحمہ کے منتخب

اردو و فارسی اشعار کا نادر شاہکار

عرشی تجلیات

۱۴۲۴ھ

شاعری

حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرۂ العزیز جہاں اپنے وقت کے ایک جید عالم، شیخ طریقت اور قطب پورنیہ تھے وہیں ایک عمدہ شاعر بھی تھے اور شعر وسخن پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ زبان وبیان سے شاعرانہ قدرت اور فن شاعری پر مہارت کا احساس ہوتا ہے۔ اس عہد کے مزاج میں چونکہ فارسی کا ذوق رچا بسا تھا اس لئے ان کے کلام فارسی پر بھی مشتمل ہیں۔ اور اردو تو عوامی زبان تھی لہٰذا اردو زبان میں بھی ان کے کلام موجود ہیں حضرت اپنا تخلص ''شرف'' اور اپنے پیرو مرشد کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''حفیظی'' لکھتے تھے۔ اسلئے مقطع میں کہیں شرف اور کہیں حفیظی ہے۔ اور سب سے بڑے تعجب کی بات یہ ہیکہ ان کی ایک غزل پانچ زبانوں پر مشتمل ہے جسے ہم آخر میں درج کرینگے۔

حمد باری تعالیٰ

بے نشاں تو ہی تو ہے اور با نشاں تو ہی تو ہے
خالق اشیاء و اشیاء میں عیاں تو ہی تو ہے

تو ہی تو ہے عرش و کرسی و زمین آسماں
ان مکانوں کا مکیں بھی بے گماں تو ہی تو ہے

نار و جنت تو ہی تو پھر ان میں رہنے کیلئے
کافر و مؤمن بھی اے جان جہاں تو ہی تو ہے

حسن لیلیٰ عشق مجنوں کون ہے تیرے سوا
لیلیٰ و مجنوں کی صورت میں نہاں تو ہی تو ہے

حسن لیلیٰ گل بنا ہے عشق تیرا عندلیب
عندلیب و گل و باغ و باغباں تو ہی تو ہے

کون ہے تیرے سوا ہر شئے میں گویائے انا
عین شئی بھی شئی کے منہہ میں بھی زباں تو ہی تو ہے

جان دی عشق بتاں پر گر شرف تو کیا ہوا
جلوۂ حسن بتاں جان جاں تو ہی تو ہے

نعت رسول

مری تربت سے بوئے باغ جنت جاوداں نکلے
اگر حب محمد مصطفیٰ میں میری جاں نکلے

خدایا تجھ سے میری یہ دعا ہے عشق احمد میں
بلال آسا بہر ساعت مری جاں سے فغاں نکلے

فراق مصطفیٰ میں مجھ کو گریہ ہو تو ایسا ہو
کہ میری دونوں آنکھوں سے دو دریائے رواں نکلے

وہ مؤمن فی الحقیقت ہے دو عالم میں کہ مرتے دم
زباں سے جس کے نام سید کون و مکاں نکلے

حسیں یوں تو عدم کے پردے سے نکلے بہت لیکن
حسیں مثل حبیب اللہ بتاؤ تو کہاں نکلے

اگر اے کاش نکلے دم مرا شہر مدینہ میں
تو دل کے سارے ارماں میرے یارب بیگماں نکلے

وہی صادق ہے عشق مصطفیٰ میں اے شرف بیشک
کہ آہ گرم جس کے جلتے دل سے ہر زماں نکلے

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

مناجات

خداوندا تو ہی ہے میرا معبود   مراد دل تو ہی ہے اور مقصود
رضا تیری فقط ہے میرا مطلوب   تری جانب مری نسبت ہے محبوب
ترے ہی واسطے چھوڑا ہے عقبی   ترے ہی واسطے چھوڑی ہے دنیا
پس اپنے فضل سے اے رب باری   عطا کر اپنی نعمت مجھ کو ساری
مرے دل میں محبت بھر دے اپنی   وصال و معرفت کر مجھ کو روزی
شرفؔ کی یہ دعا مقبول کر لے
وسیلے سے تو اپنے دوستوں کے

غزل

احوال رنج و ہجر بتاؤں کہاں کہاں   درد جگر کا قصہ سناؤں کہاں کہاں
خلوت میں انجمن میں کلیسا میں کعبہ میں   تیرا پتہ اے یار لگاؤں کہاں کہاں
لگتا نہیں ہے دل کہیں صحرا نہ باغ میں   حیران ہوں کہ دل کو لگاؤں کہاں کہاں
دل میں جگر میں سینے میں آنکھوں میں چشم میں   تیر نگہ کا زخم بتاؤں کہاں کہاں
سر پہ جبیں پہ چشم پہ یا لب پہ سینہ پہ   دلبر کو روز وصل بٹھاؤں کہاں کہاں
اک گل کیلئے گلشن ہستی میں اے شرفؔ
بلبل کی طرح شور مچاؤں کہاں کہاں

غزل

ہر ادا تیری وہ ہے جس پہ کروں جاں قرباں   دل کروں دین کروں پھر کروں ایماں قرباں
چہرہ دکھلاتے ہو پھر جھٹ سے چھپا لیتے ہو   تیری اس ایک ادا پر ہیں ہزاروں قرباں
جب کبھی ناز سے تم اٹھ کے کھڑے ہوتے ہو   اس گھڑی ہوتے ہیں صد سرو خراماں قرباں
گوشۂ چشم سے بھی مڑ کے ادھر دیکھو تو   کیسے ہوتے ہیں ترے جان نثاراں قرباں
رُخ سے اک آن بھی گر اپنے اٹھا دو گھونگھٹ   بے نشان جہاں ہو جائے بیک آں قرباں
روز و شب ہی نہیں ہوتے ترے رخساروں پر   ماہ قرباں بھی ہے اور مہر درخشاں قرباں
مست چشموں کو تری دیکھ کے کس حسرت سے   باغ میں ہوتی ہے ہاں نرگس حیراں قرباں
اللہ اللہ ترے دنداں کی چمک ہنستے وقت   برق بھی دیکھ کے ہوتی ہے فدا، جاں قرباں
وصف جاناں میں حفیظی نے کہی خوب غزل   کیوں نہ ہر شعر پہ ہوں اسکے سخن داں قرباں

سہرا

ان دنوں چھایا ہے یہ رنگ بہاراں کیسا
اپنے جوبن میں ہے مخمور گلستاں کیسا

گل نے گلشن میں عجب پی کے شراب گلگوں
جوش مستی میں کیا چاک گریباں کیسا

مارے خوشیوں کے اچھلتی ہے بہر سو بلبل
گل بھی انداز سے ہے باغ میں خنداں کیسا

ہاتھ میں ساقی لئے جام وصراحی ، بادہ
جھومتا آتا ادھر مست حسیناں کیسا

فضل باری سے یہ ایام مبارک آئے
ہر طرف ہورہا ہے وصل کا خواہاں کیسا

دیکھئے تخت عروسی پہ نشان شوکت
بن کے نوشاہ تو بیٹھا ہے مسلماں کیسا

عرش سے فرش تلک گیت مبارکبادی
مل کے کرتے ہیں ملائک جن وانساں کیسا

مثل پروانہ سبھی ہوتے ہیں تجھ پہ شیدا
تو درخشاں ترا چہرہ بھی ہے تاباں کیسا

تو ہی محفل میں ہے اک بدر منیر عالم
پھر کسے دیکھ کے ہوتا ہے پشیماں کیسا

تجھ پہ قرباں مری جاں آج خدا کے پیارے
تو نے دکھلایا ابھی چہرہ تو پنہاں کیسا

سہرا

چمن میں اب بہار آئی مبارک ہو مبارک ہو
گل وبلبل کی ہے شادی مبارک ہو مبارک ہو

سمک سے تا فلک ہر شئی وفور جوش ومستی میں
یہی ہے ہر زباں گاتی مبارک ہو مبارک ہو

عبائے سرخ نوشہ دیکھ کر ہاں بس خجالت سے
شفق چھپ کر ہوئی راہی مبارک ہو مبارک ہو

لباس فاخرہ جب ہوگیا نوشہ کے زیب تن
فلک سے یہ صدا آئی مبارک ہو مبارک ہو

وہ مستی ہے کہ پیر سال خوردہ کی زباں پر ہے
صدائے الخ جاری مبارک ہو مبارک ہو

خدا کے فضل بیحد سے اسی فصل بہاری میں
یہاں اجمل کی ہے شادی مبارک ہو مبارک ہو

حفیظی یہ دعا کرتا ہے رب سے کہ قیامت تک
یہ شادی خانہ آبادی مبارک ہو مبارک ہو

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

نعت پاک

تا بے اندر فراقت چشم گریاں یا حبیب — جان و دل تا کے طپاں ہم چو بید بریاں یا حبیب
رحمۃ للعالمینی رحم کن بر حال ما — یک نظر از لطف ما را بے تاباں یا حبیب
علم توحیدی و جودی چوں تو مارا داد ای — کن عطا مارا ازاں ہم ذوق عرفاں یا حبیب
دستگیری کن خدارا اندریں دور سرور — سخت رنج و در دست نفس و شیطاں یا حبیب
عابداں را چشم نگراں سوے جنت روز حشر — گنہگاراں را بسویت چشم نگراں یا حبیب
ہر حبیبہ نفسی نفسی گوید آں روز حساب — اک فقط تو امتی گوئی بہر آں یا حبیب

آں گدے بر روے لطفت بندہ ات مسکین شرقی
چوں بلالت خدمت را ہست خواہاں یا حبیب

نعت پاک

گردد دلم بگرد سرائے تو یا رسول — تا جان من رود بہوائے تو یا رسول
افتادہ ہمچوں خاک بپائے مزار پاک — گریم مدام بہر لقائے تو یا رسول
دوزخ بہ عشق بہشت شود گر گہے دہد — آں جا ز لطف بوئے قبائے تو یا رسول
بوئے بہشت را ہوس اے جاں کجا بود — بو ہمچوں بوئے زلف دوتائے تو یا رسول
از عرش در گذشت سر کہ ز فرط سعی — افتادہ در رہ پائے تو یا رسول
از تا سوائے ہمہ مستی والقا — محتاج سوئے فیض و عطائے تو یا رسول

سوئے شرقی ز ناز نگاہے شہا تواز
تا جاں دہد شہا بہ نگاہے تو یا رسول

منقبت

خار خواہد خورد در نار سقر — حاسداں و دشمناں بو تراب
میوہ خواہد خورد از باغ خدا — ہر کہ از دوستاں بو تراب
بوبکر و عثماں و عمر و صحب رسول — بود اند از مخلصاں بو تراب
خوش نصیب اہل کرم بیوم روز حشر — تحت اقدام سگاں بو تراب
اے شرقی کر خدا را طاعتی — شد فدا در جسم و جاں بو تراب

تحریک فیضان لوح و قلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

منقبت

غریب وخستہ وزارم معین الدین اجمیری
بچشم مرداں خوارم معین الدین اجمیری
اگر چہ من نہ دارم ہیچ در دنیا ودر عقبیٰ
ترا دارم ہمہ دارم معین الدین اجمیری
نخواہم ثروت وحشمت، نخواہم عیش وراحت را
ہمی خواہم شوی یارم معین الدین اجمیری
جزائے روز محشر را کنم چہ خوف و اندیشہ
چوں تو ہستی مدد گارم معین الدین اجمیری

شرفؔ چوں بر درت آید دہد جاں در کف پایت
ہمیں یک آرزو دارم معین الدین اجمیری

منقبت

بر درت افتادہ ام یا شاہ رکن الدین عشق
تا کنی بر من کرم یا شاہ رکن الدین عشق
بیکس و بیچارہ ام یا شاہ رکن الدین عشق
اک نگاہے کن برم یا شاہ رکن الدین عشق
بر سر عرش بریں پایم رسد لا ریب فیہ
گر نہی پا بر سرم یا شاہ رکن الدین عشق
جسم و جانم رشک خورشید و قمر گردد یقیں
گر بیائی در دلم یا شاہ رکن الدین عشق
رو نما از لطف بہر حق کہ اندر ہجر تو
جاں رسیدہ بر لبم یا شاہ رکن الدین عشق
درۂ از شورشت کا ورد تکیہ را برقص
ریز ہم اندر دلم یا شاہ رکن الدین عشق
جسم وجانم را چناں از آتش عشقت بسوز
کز خودی گردد عدم یا شاہ رکن الدین عشق
عرس تو قائم نمودم تا ز فیضت ایں مکاں
در جہاں گردد ارم یا شاہ رکن الدین عشق
ہر کہ آید اندریں بزمت دلش بر عشق کن
تا دہد در عشق دم یا شاہ رکن الدین عشق
از تو ایں خواہم کہ اندر مستی وجد سماع
بر پرد جاں از تنم یا شاہ رکن الدین عشق
بادشاہان جہاں باشند مارا پائے بوس
خاک پایت گر شوم یا شاہ رکن الدین عشق
بندۂ مسکیں حفیظی تا بکے اندر فراق
بر سر او نہہ قدم یا شاہ رکن الدین عشق

بندۂ مسکیں حفیظی را چہ غم از روز حشر
چوں بحفظ اندرم یا شاہ رکن الدین عشق

غزل

ماہ من یک شب گذر در خلوت جاں کن مرا
جان ودل رشک مہ وخورشید تاباں کن مرا

تا بکے از رنج ہجرت نالہ وزاری کنم
اے خدا آوارۂ کوئے حسیناں کن مرا

از برائے آنکہ دادم جاں برائے روئے تو
یکدمے اے جاں بوصلت مست وخنداں کن مرا

تا نماند از وجودم ہیچ از نام ونشاں
باز از جاں در وجودخویش پنہاں کن مرا

جان من در زلف پیچانت پریشاں تا بکے
روئے خود بنما خلاص از زلف پیچاں کن مرا

دل بہ آتش سوخت جاں آخر تو ابر رحمتی
بارشے کن از کرم آتش گلستاں کن مرا

گر بخاک خوں طپیدہ را تماشائے کنی
پس ز شمشیر نگاہ ناز قرباں کن مرا

اے شرف گر وصل خوہی ایں دعا ہر دم بخواں
یار اندر عشق خود از جاں نثاراں کن مرا

غزل

ساکنان کوئے وصلت جنتے درکار نیست
عاشقان چہرہ ات را باک وبیم نار نیست

زاہدا ، باشد مبارک خواہش غلماں ترا
خواہش ما بے دلاں را کار جز دیدار نیست

از کہ ما گویم بجز تو قصۂ غمہائے دل
زانکہ ما را در دو عالم جز تو کس غمخوار نیست

ترک بے گوئی مرا اے محتسب تف ورنہ
راست باز و با وفائے حق بجز میخوار نیست

کشتنم خواہی اگر سویم نگاہے کن بناز
بہر قتل من ترا تیر وکماں در کار نیست

من چہ گویم در غم تو ہمچوں بیچارہ شرفؔ
خودتو واقف ہستی آرے حاجت اظہار نیست

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری

غزل

جسمے بسوزد یکطرف در نار ہجراں یکطرف
سوز دل من یکطرف جانست سوزاں یکطرف

در ہجرتت جز نالہ وگریہ نباشد کار من
نالہ دل من یکطرف چشم ست گریاں یکطرف

در شوق دیدار رخت یک من نگردم بل ببیں
ہم ماہ گردوں یکطرف مہر درخشاں یکطرف

ایں کار سہل من بیں دارد چہ شان حربہا
شمشیر ابرو یکطرف پیکان مژگاں یکطرف

دارد دو جانب نام دو آں یارِ بے نام ونشاں
نام محمد یکطرف نام ست یزداں یکطرف

گر اے شرؔف دائم گرز خواہی بخلوت گاہ حق
بگزار عالم یکطرف باش از تن وجاں یکطرف

غزل

کجائی آشنائے من کجائی
نمی بینم بلائے من کجائی

ادائے تو قیامت ہست جانم
ز سر تا پا ادائے من کجائی

بجز عشق تو چوں یابم سزائے
بیا بنگر خطائے من کجائی

بیک روئے تو صدہا جاں فزاید
تو اے صد جانفزائے من کجائی

بیابم از تو دائم ہر چہ جویم
شفیق و با وفائے من کجائی

ہمی دردم توئی ہستیٔ دائم
تو اے درد و دوائے من کجائی

چوں بینم نور رویت نور گردم
تو اے نور خدائے من کجائی

کجا بودم کجا افتادم از خود
کجا اے اصل جائے من کجائی

بدانم چوں شوم آں دم کہ گوئی
حفیظی جاں فدائے من کجائی

غزل

رو نمودی و تو خود را عاشق آں کردۂ ‏ زلف بکشادی و ہم تو زلفِ پیچاں کردۂ
آفریدی جان وتن ہم تن توئی ہم جاں توئی ‏ پردۂ تو انداں تو خود را پنہاں کردۂ
خود تو کردی بلبل و گل، بلبل و گل ہم توئی ‏ باغباں خود ہستی و خود را گلستاں کردۂ
از تو پیدا شد جہنم جنت از ہم تو بشد ‏ از برائے ہر یکے ہم کفر و ایماں کردۂ
خود طبیب و خود مرض و خود دوائے مرض خود ‏ درد خود ہستی و ہم خود را تو درماں کردۂ
کردی تیر از نگہِ پیکانی و مژگاں ساختی ‏ از برائے کشتن ما خوب ساماں کردۂ

چوں شرفؔ گردد مدامی در گناہِ خویشتن
گنہ گاراں را خصوصاً چوں تو غفراں کردۂ

غزل

وجودم گر نہاں بودے چہ بودے ‏ نشانم بے نشاں بودے چہ بودے
عیانم شد ہمہ آفاق جایم ‏ نہانم گر نہاں بودے چہ بودے
دم سجدہ بہ پائے آں جمیلے ‏ بجانم جاں رواں بودے چہ بودے
بجائے تاجِ کفشِ پائے پاکش ‏ بفرقِ عاشقاں بودے چہ بودے
شب ہجرش بوقت جاں طپیدن ‏ وصال جان جاں بودے چہ بودے
بدور ما اگر آں دلبرِ ما ‏ برِ ما بے دلاں بودے چہ بودے
اگر اے کاش جائے پائے پاکش ‏ سر ما بے سراں بودے چہ بودے
بباغ بزم ما بے رونق گل ‏ لبش گر گلفشاں بودے چہ بودے

زترک ہستیٔ خود گر حفیظی
بہشتت میہماں بودے چہ بودے

....

غزل

تو اے اقبال جان من کجائی
نمی بینی زیان من کجائی

بے جانم طپیہ از دوریٔ تو
بیا اے جاں طپان من کجائی

ز لعل آتشینت سوخت جانم
تو اے آتش لبان من کجائی

ستائی دل بناز و غمزہ ہر دم
کجائی دلستان من کجائی

ز ہجرت گشت ویراں باغ جانم
بہار باغ جان من کجائی

بیادت جان من آرام گیرد
تو اے آرام جان من کجائی

دہانت پُر ز خوشبو ہچو غنچہ
تو اے غنچہ دہان من کجائی

نگاہت تیر ، ابرویت کمانت
تو باتیر و کمان من کجائی

گل افشانی کنی چوں لب کشائی
خدارا گلفشان من کجائی

ہمہ نام و نشاں شد از وجودت
تو اے نام و نشان من کجائی

غلام تو ہمہ شاہان عالم
تو اے شاہ شہان من کجائی

کشی یا بخشی از تو سر نہ پیچم
بیاں کن امتحان من کجائی

بجاں آمد حفیظؔی در فراقت
بیا اے جان جان من کجائی

غزل

باز گشتم یا الٰہی مبتلائے دلبرے
شوخ چشم و عشوہ نازے فتنہ زائے دلبرے

شد ز دستم دین و ہم دنیا مرا سویم کشید
کرد غارت عقل و ایمانم ادائے دلبرے

زاہدا پیشم بیا و اوج اقبالم ببیں
یا فتم از جنتے خوشتر سرائے دلبرے

از برائے آنکہ چشم باطنم بینا کنم
می کنم سرمہ درو از خاک پائے دلبرے

تیر مژگانش دلم را پارہ پارہ می کند
خوب اندر عشق می یابم سزائے دلبرے

بر ملاحت چہرہ اش را وصف چوں کردم بیاں
پُر نمک شد شعرہا اندر سرائے دلبرے

واعظا تلخ ام نماید مر صدائے پند تو
تا نشد پُر گوشم از شیریں صدائے دلبرے

خندۂ آتش فشانش خرمن جانم بسوخت
برق انداز ست یارب خندہ ہائے دلبرے

کے شوی اے جان من یا جان خوباں ہم قریں
تا نہ باشی خوگر جور و جفائے دلبرے

گر تو خواہی اے حفیظؔی دلبر دلبر شوی
پس برو از دل بجو ہر دم رضائے دلبرے

عید

ہر کسے را عید آمد مر مرا آمد وعید　　ہر کسے با یار واصل من ز یار خود بعید
یار چوں با یار آید عید گردد ہمکنار　　وائے من چوں عید آمد یار من از من رمید
ہر یکے از شیخ ہم شباب وطفلاں در خوشی　　یک منم تنہا کہ گریم در فراقش روز عید
گر ہمی خواہی کہ قربانم کنی در راہ خود　　پس بکش از تیغ ابرویت مرا حبل الورید
جنبش ناز و ادایت جان چوں قرباں کنم　　کہ بعید از جاں مرا آراستی از خود بعید
گر ہمی خواہی کہ تا عیدے کنی با جان جاں　　پس ز شمشیر قضایش ذبح کن نفس عید
زاہداں را عید باشد فاخر و پوشش نفیس　　عید عاشق است بودن دست در راہ شہید

اے حقیقی تو مگر دیوانہ و وحشی شدی
یار تو باشت و تو گوئی کہ از یارم بعید

دعا

کرامت کن دل دانائے اسرار　　عطا کن دیدۂ بینائے انوار
دلے دہ کز ہوا آزاد باشد　　بسوز عشق تو آباد باشد
دلے دیوانۂ شوق وصالت　　دل مجنوں بہ لیلائے جمالت
ز ہر مقصود ، مقصودم تو باشی　　بچشم ایں کہ موجودم تو باشی
اجابت کن دعائے بندۂ زار　　بحق مصطفیٰ و آل اطہار

بشرف الدیں بعالم نام نامی ست
ز لطفت پُر شرف عالم تمامی ست

غزل پنج زبان

یـا مـن لـہٗ روحـی فـدا نائی ہمن گا ہے چھپا
ہوئے چھپے کی امار خطا بولو مرے ماہ لقا

جیون دھون امار تُمی جان و تنم را ہمدمی
اے لک آف لو ڈیر ٹو می میری یہی ہے التجا

ٹوینکل ٹوینکل لائک اسٹار دانتیں تمار آبدار
چاندیر موتون بودون ثمار عارض تو شمس پُر ضیا

ایشو جودی ہے پیریو دھون روزے بنازے سوئے من
لاجـعـلـن ھـدیة میں نقد جاں کو دلربا

گریم ہے ہجرت بے ریسٹلیس آئی ایم نائٹ اینڈ ڈے
جائے پران تومائے بنے ارحـم عـلـیَ فـی الـبـلا

خوش قسمت ام بخشی اگر کانٹ کلین آف نو فیر
حاضر ہے تیرے آگے سر کوُرن جے مون تُمار اچھا

آگے تو تھا لطف و کرم اکنوں چرا جور و ستم
بولین تمی خدار قسم ھـل ھـکـذا عھد الـوفـا

بندہ ہوں گرچہ ناخلف انڈر ٹروبل ناٹ پٹ اپ
بندۂ ناخلف شرف لا تـقـتـلـوہ بـالاذی

ھدیۂ تشکر و امتنان

لائق صد مبارکباد ہیں خانقاہ کمیٹی کے ارکان وعہدہ داران جنھوں نے وقت کی ایک عظیم ہستی کی خدمات وحالات کو اجاگر کرنے کیلئے یہ مجلّہ شائع کرواکر موجودہ نسل کو ممدوح کی حیات سے روشناس کرایا اور اس اہم منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کیلئے ہر طرح کی معاونت کی۔ رب کریم ان کے جائز مقاصد دینی ودنیوی کی تکمیل فرمائے اور دارین کے اجر سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

^^

اعتذار

الحمد للہ کہ رسالۂ نافعہ مبارکہ جو حضرت شاہ شرف الدین کی سوانح اور شعری کمالات پر مشتمل ہے تزئین وطباعت سے آراستہ ہوکر ہدیۂ ناظرین ہے۔ ہم نے حضرت کی سوانح اور حالات زندگی کے حصول میں حتی المقدور ثقہ اور قابل اعتماد ذرائع کا سہارا لیا ہے اور اس بات کی کوشش کی ہے کہ ممدوح کی حیات کا ہمہ جہت احاطہ ہو سکے پھر بھی کوئی پہلو یا زندگی کا کوئی گوشہ باقی ہو یا اس کتاب کی کمپوزنگ، طباعت یا کسی مضمون میں سہواً کوئی فروگذاشت ہو تو ارباب علم ودانش معذور رکھیں اور ازراہ کرم مؤلف کو مطلع فرمادیں تاکہ اس کی تصحیح ہو سکے

حسن منظر قدیری

تحریک فیضان لوح وقلم: محمد ساجد رضا قادری رضوی کٹیہاری